ماہنامہ مجلّہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

"عراق کو صدام حسین سے پاک کرکے امریکہ ایک دوسری اور بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ وہ مصیبت سرزمین عراق پر وردی میں ملبوس امریکی غنڈوں اور قاتلوں کی مسلسل ہلاکت یا عراق کا ویت نام بن جانا نہیں ہے بلکہ اسلام کا ابھار ہے جس کا عراقی بعثی کمیونسٹ حکمرانوں نے گلا دبا رکھا تھا۔ اینگلو امریکن ابلیس کے پاس اب ایک ہی متبادل باقی رہ گیاہے کہ وہ عراقیوں میں شیعہ سنی فتنہ بپاکرے اور اس آگ کو خوب بھڑکائے جس میں عراقیوں کی اسلامی اسپرٹ جل کرراکھ ہوجائے لیکن ان شاء اللہ یہ سازشیں کامیاب نہ ہونگی اور وہاں اسلام کو ایک طاقت بن کر ابھرنے سے روکا نہ جاسکے گا۔ (محمد زین العابدین منصوری)

[illegible]

ماہنامہ مجلہ

حیات نو

بلریاگنج

جلد نمبر ۳۰

ربیع الاول ۲۶ ۱۴۲۲ھ

مئی ۲۰۰۱ء

شمارہ نمبر ۵

مدیر مسئول
ابوالمکارم ازہری فلاحی

معاون مدیر
انیس احمد فلاحی مدنی

☆ سالانہ زر تعاون: ۹۰ روپے
☆ خصوصی زر تعاون: ۲۰۰ روپے
☆ بیرون ملک: ۲۵ امریکی ڈالر

☆ طلبہ کے لیے: ۸۰ روپے
☆ اعزازی زر تعاون: ۱۰۰۰ روپے
☆ اس شمارہ کی قیمت: ۹ روپے

○ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہٰذا بعجلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ مجلہ حیات نو جامعۃ الفلاح
بلریاگنج، اعظم گڑھ (یوپی) ۲۷۶۱۲۳
Phone:05466-25115

نقوش حیات نو

○ اداریہ

جنگ عراق کے چند درخشاں پہلو — انیس احمد مدنی — ۳

○ روشنی کا سفر

ڈاکیہ کا قبول اسلام — محمد سہیل فلاحی — ۵

○ اصولی مباحث

فن تخریج اور اسکے قواعد — ڈاکٹر محمود الطحان — ۸

(۷)

○ شبہات حول السنہ گولڈزیہر اور امام زہریؒ — ڈاکٹر مصطفی السباعی — ۱۸

(۳)

○ مذاہب عالم

توریت کا تعارف — ابو ارقم فلاحی — ۲۵

(۶)

○ تعارف کتب اسلامی مصادر کا تعارف — ڈاکٹر عبدالوہاب ابراہیم ابو سلیمان — ۳۹

(۷)

○ فقہ و فتاویٰ مندر اور چرچ میں مزدوری کرنے کا حکم

غیر محرم عورتوں سے مصافحہ

پتلون کا حکم — ابو طوبیٰ فلاحی — ۴۴

○ جامعہ کے لیل و نہار — ادارہ — ۴۶

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کا توسیعی خطبہ

جناب پروفیسر اعجاز اسلم صاحب کی تذکیر

اظہار تعزیت

اعلان عام

اداریہ

جنگ عراق کے چند درخشاں پہلو

انیس احمد مدنی

بغداد پر امریکی یورش کے اہداف سے ہر خاص و عام واقف ہو چکا ہے۔ اس کا مقصد مہلک ہتھیاروں کی تلاش، یا "سکوڈ" اور صمود میزائیلوں کی بربادی نہ تھا اور نہ ہی بعث پارٹی کے استبدادی نظام سے عراقیوں اور عراق کے پڑوسیوں کو نجات دلانا تھا۔ اس کا عظیم تر مقصد "گریٹر اسرائیل" کے قیام کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا ازالہ، پورے عالم پر امریکی تسلط کا ہمہ گیر پھیلاؤ اور بڑی صنعتی حکومتوں کو مشرق وسطی میں کسی بھی قسم کے تجارتی دوڑ سے محروم کرنا ہے۔

اس جنگ کے نقصانات کا صحیح اندازہ تو رب العالمین ہی لگا سکتا ہے۔ اس کے عام مناظر تہ و بالا شہر، زمین بوس مساجد، لٹی عصمتیں، مٹی غیرتیں، اجڑے مکیں و مکاں ہیں۔ آزادی دلانے والے یہ امریکی قیدیوں کے ساتھ جس حسن سلوک کا مظاہرہ کر رہے ہیں ویسا مظاہرہ ۱۲۵۶ھ میں تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کے سقوط کے وقت بھی نہ ہوا تھا۔ قیدیوں کو ننگا کر دینا، ان کے چہروں کو توڑنا، ان کے اوپر پیشاب کرنا، ان کی عزت نفس کو مجروح کرنے کے نت نئے ہتھکنڈے استعمال کرنا، اتحادی افواج کا عام مشغلہ ہے۔ اس کے ذریعہ صلیبی جنگوں میں اپنی شکست اور مدینہ سے دہشت گرد یہودیوں کے اخراج کا بدلہ کارفرما نظر آتا ہے۔

صدام کے مظالم اور اس کی بربریت سے نجات دلانے والے ان اتحادیوں کے مظالم فرعون، نمرود اور ہلاکو و چنگیز کی وحشت و بربریت کو بھی مات دے رہے ہیں۔

جنگ کے بعد عراق میں امن و امان کا دعوی کرنے والے امن کے وہی علم بردار تو ہیں جو افغانستان میں معمولی درجہ کا بھی امن بحال نہ کر سکے اور صوبائی کو خانہ جنگی میں مبتلا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر گئے۔ مسلم حکمراں اس سے سبق لیں۔ فراست مومن کو اس سے عبرت لینا چاہئے کہ اگر آج عراق اور اس کے پٹرول کی باری ہے تو کل کسی بھی مسلم ملک کی باری آ سکتی ہے۔ امت کے درمیان اس سوال پر مکمل خاموشی بے حد تکلیف دہ اور پریشان کن ہے۔

ان مایوس کن حالات میں بھی اس جنگ کے چند درخشاں پہلو ہمارے لیے بے حد مسرت افزا ہیں۔ اس جنگ سے عراق میں اسلام کو ابھار اور جذبۂ جہاد اور اس عظیم شوق شہادت کو جلا ملی جس نے آج فلوجہ سے امریکیوں کو دم دبا کر بھاگنے پر مجبور کیا اور ان شاء اللہ یہ شوق شہادت پورے مشرق وسطی میں وسیع ہوگا اور یہی وہ آخری مضبوط چٹان ہوگی جس سے ٹکرا کر عظیم تر اسرائیل کے قیام کا خواب چکنا چور ہوگا اور اسی سے وہ تحریک جنم لے گی جو دنیا کی سب سے بڑی دہشت گرد قوم، ”بندروں اور سوروں کی اولاد گھیٹو میں رہنے والے حضرت یعقوبؑ کی نسل وارث“ یہودیوں کے وجود کو مٹائے گی اور ہادی آخری نبی اکرم ﷺ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوگی۔

”تم سے یہودی آخری زمانے میں جنگ کریں گے تو تمہیں ان پر غلبہ حاصل ہوگا۔ یہودی قتل کے خوف سے درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپتے پھریں گے درخت اور پتھر بھی پکاریں گے۔ اے مسلم ادھر آ.... میرے پیچھے ایک یہودی چھپا بیٹھا ہے اسے قتل کر دے سوائے غرقد کے درخت کے کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے“۔ بخاری و مسلم۔

اس کا دوسرا خوش کن پہلو امت مسلمہ کے دو بڑے فرقوں شیعہ اور سنیوں کے درمیان اس عظیم اتحاد کا آغاز ہے جس کے بغیر ”امۃ واحدۃ“ کا تصور ناقص تھا۔ ان شاء اللہ یہ عظیم اتحاد بھی مستحکم اور مکمل ہوگا۔ اور پھر وہ فضا بنے گی جب دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔ امن و امان قائم ہوگا، ظلمتیں کافور ہوں گی، تاریکی کے گھٹے بادل چھٹیں گے، اقوام متحدہ کے مظالم سے کمزور حکمرانوں کو نجات ملے گی اور اسلام کا عدل وانصاف عام ہوگا۔

روشنی کا سفر

ذکیہ کا قبول اسلام

مترجم: محمد سموگل فلاحی

سڈنی میں پیدا ہونے اور پلنے بڑھنے کی وجہ سے اسلام کے بارے میں میری معلومات برائے نام تھی، اس لیے کہ ذرائع ابلاغ اور میرے پروٹسٹنٹ مذہبی استاد اس مذہب کے متعلق بہت کم باتیں کرتے تھے۔ میرے سب سے قریبی تعلقات ایک ایرانی مسلمان سے تھے جو کہ بہائی فرقے سے تعلق رکھتا تھا اور جس کی عبادت گاہ ہمارے گھر سے تھوڑے سے فاصلے پر واقع تھی۔ یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا رہا یہاں تک کہ مجھے لندن میں کچھ مسلمانوں کے ساتھ رہنے اور کام کرنے کا موقع ملا اور یہ میری زندگی میں پہلا موقع تھا کہ میں نے ان مخفی سوچ اور نظریات پر غور کرنا شروع کیا جواب تک اس مذہب کے تعلق سے میرے اندر پائے جاتے تھے اگرچہ وہ اسلام پر پابندی سے عمل پیرا نہیں تھیں پھر بھی ان کی دوستی کے ذریعے مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ مسلمان بھی عام لوگوں کی طرح سے انسان ہیں اور ان کے عقیدے اور مذہب کی بنا پر ان سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میری جن مسلمانوں سے ملاقات ہوئی ان کو میں نے انتہائی سرکشت اور مہمان نواز پایا میں نے دھیان دیا کہ یہ لوگ عام طور پر مخلص اور کشادہ دل ہوتے ہیں اور اپنے خاندان اور سماج کے لئے اپنے دلوں میں عزت واحترام رکھتے ہیں۔

الحمدللہ مجھے تقریباً ایک سال تک اپنی ایک مسلم دوست کے ساتھ ایک فلیٹ میں رہنے کا اتفاق ہوا اور اسی دوران اکثر اس کے ساتھ مجھے مسجد میں جانے کا اتفاق بھی ہوا اور اس کی اتباع میں کبھی کبھی میں حجاب لگایا کرتی تھی۔ اگرچہ اس وقت میں مسلم نہیں تھی پھر بھی مجھے یہ کامل یقین ہو گیا تھا کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ رمضان کے مہینے کی ایک رات تھی میرے دل میں شدید خواہش ہوئی کہ آج رات میں کسی مسجد میں جاؤں اور اسی تحریک کے پیش نظر میں نے ایک ٹیکسی بلوائی، حجاب پہنا اور لندن کی ایک مشہور مسجد میں پہنچ گئی وہاں پر عورتوں کے شعبے میں رکی رہی یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوئی

اور کچھ انجانے جذبے کے تحت میں نے نماز میں شریک ہونے کا فیصلہ کر لیا یہ ایسی چیز تھی جو میں نے اب تک کبھی نہیں کیا تھا۔ مجھے اللہ اکبر کے علاوہ نماز میں کسی اور لفظ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا پھر بھی الحمدللہ یہ نماز کا ایک ایسا تجربہ تھا جس نے میرے ذہن و دماغ پر بہت اچھا اثر ڈالا اور وہ لوگ جو کسی غیر مسلم کے مسجد میں داخلہ پر اعتراض کرتے ہیں میں ان کو نبی کریمؐ کی سنت بتانا چاہوں گی کہ آپ ﷺ نے باقاعدہ طور پر اپنے غیر مسلم مہمانوں کا مسجد میں استقبال کیا ہے اور ایک مرتبہ تقریباً ساٹھ کے قریب عیسائی قبیلہ نجران سے تعلق رکھنے والے آئے اور ان کو مسجد میں داخلے اور دعا کی اجازت دی گئی اس وقت سے میری سماج سے متعلق سوچ بالکل بدل گئی مجھے بحث و مباحثہ سے الجھن ہونے لگی اور میں نے لوگوں کو مختلف انداز میں دیکھنا شروع کیا مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں ابھی تک گہری نیند سو رہی تھی اور یکایک کسی نے بیدار کر دیا ہو اس دن سے مجھے ایک ایسے مسلمان کی ضرورت تھی جو اس کے سمجھنے میں میری رہنمائی کر سکے اس لئے کہ اسلام پر عمل کرنے اور اس کے سمجھنے کے بارے میں میری معلومات بہت تھوڑی تھیں۔

پھر اس کے ایک سال بعد میں اپنے وطن آسٹریلیا چلی گئی۔ چھ سال تک بیرون ملک میں رہنے کی وجہ سے میرے اندر اب بالکل خواہش نہیں تھی کہ سڈنی کے شمالی ساحل پر گھٹن پیدا کرنے والی زندگی میں پھر جاؤں۔ مجھے یہ بالکل یقین ہو چلا تھا کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے مگر میں اس مچھلی کے مانند تھی جو باہر تڑپ رہی ہو۔ بالکل میں مکمل طور پر یہودیوں اور عیسائیوں سے گھری ہوئی تھی۔ میں پھر بھی مسلموں سے ملنا چاہتی تھی مگر مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ مسلم کہاں رہتے ہیں پھر بجائے اس کے میں اپنے پرانے دوستوں سے ملتی اس کے بجائے میں نے کچھ مسلم تنظیموں سے رابطہ کیا اور بالآخر مجھے ایک ایسی سہیلی مل گئی جس نے مجھے کم سے کم ہفتہ میں ایک مرتبہ اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ اس کے اس مشورے پر مجھے حیرت اور خوشی دونوں ہوئی بہر حال اس وقت تک میں نے اچھی خاصی کتابوں کا مطالعہ کر لیا تھا اور بہت سے مسلمانوں سے میری ملاقات ہو چکی تھی۔ اگرچہ اسلام کے تعلق سے خاطر خواہ معلومات حاصل کر لی تھی مگر پھر بھی مجھ کو یہ احساس تھا کہ میرا علم محدود ہے اور قرآن و سنت کو براہ راست سمجھنے کے تعلق سے میرا علم ابھی بہت کم ہے۔

الحمدللہ مجھے وہ مدد اور علم مل ہی گیا جس کی مجھے اشد ضرورت تھی۔ میں نے ایک تاریخ متعین کی اپنے گھر قریبی دوستوں اور احباب کو مدعو کیا۔ اپنے والدین، دادا دادی اور بھائی وغیرہ سب کو آنے پر مجبور کیا اور اپنی دوسری متوقع بہنوں کے ساتھ جو اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کر رہی تھیں ہم سب ایک مقامی مسجد میں اکٹھا ہوئے اس دن اچھی خاصی تعداد میں اسلامی بہنیں جمع تھیں اگرچہ میری حقیقی بہن بہت زیادہ مشغولیت کی وجہ سے نہ آسکی تھی۔ پھر بھی وہاں پر موجود لوگوں نے میرا اور میرے گھر والوں کا حوصلہ بڑھایا اور اس اہم کلمے کی ادائیگی میں ہماری مدد کی وہ بہت ہی تھکا دینے والا دن تھا پھر بھی الحمدللہ یہ سوچ کر بڑا سکون ملا کہ سڈنی کے سماج میں اگرچہ جنوبی حصہ ہی سہی مناسب جگہ رہنے کو مل گئی جہاں پر مسلمانوں کی قابل ذکر آبادی رہتی تھی۔

پھر شمالی حصے میں جو ہمارا آبائی گھر تھا وہاں کے لوگوں نے میرے گھر والوں کو تنگ کرنا شروع کیا پھر اس وقت میرے ذہن میں خیال آیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ اپنے مسلم بھائیوں کے درمیان جا کر رہا جائے اگرچہ ادھر قریب میں بھی کسی مسلم آبادی یا علاقے کا نام و نشان نہ تھا فوراً میں نے اپنی ایک سہیلی کو بلایا جو کہ بڑی معاون ثابت ہوئی اور اس نے مجھے اس علاقے سے منتقل ہو جانے کا مشورہ دیا، اس نے کہا کہ آج ہی شام میں تم ہمارے گھر چلی آؤ جب میں اس کے یہاں پہونچی تو مجھے معلوم ہوا کہ میری چار اسلامی بہنیں تھیں جنہوں نے رہائش مہیا کرنے کی پیش کش کی تھی جب ان کو یہ پتہ چلا تھا کہ شمال سے جنوبی علاقے میں آنے والی ہوں۔

میں شروع شروع میں بہت تذبذب کا شکار رہی اس لئے کہ میں ان میں سے مشکل ہی سے کسی کو جانتی تھی تاہم تقریباً تین ہفتہ بعد میں اپنی ایک سہیلی اور اس کی بچیوں کے ساتھ اس علاقے میں منتقل ہو گئی، چند دنوں ہی کی رہائش کا معاملہ تھا مگر مجھ کو چھ مہینے سے بھی زیادہ ان کے یہاں رہنا پڑا۔ الحمدللہ ان کے ساتھ رہنے کا یہ خوشگوار تجربہ تھا جو مجھ کو حاصل ہوا۔ وہاں پر رہنے کے ایک ہی ہفتہ بعد سے میں نے باقاعدہ طور پر حجاب پہننا شروع کر دیا اب مجھ کو ایسے لوگوں کی صحبت میسر تھی جن کے ساتھ عبادت کر سکتی تھی اور ایک نیک اور صالح معاشرہ میں سانس لے سکتی تھی اس وقت مجھے احساس ہوا کہ آج بھی اسلامی بھائی چارگی زندہ ہے اور وہ سڈنی کے جنوب مغربی حصے میں بالکل واضح انداز میں دیکھی جا سکتی تھی۔

اصولی مباحث

فن تخریج اور اس کے قواعد

(۷)

ڈاکٹر محمود الطحان

جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ

۶: کتاب مفتاح کنوز السنۃ:

یہ کتاب موضوعات کے لحاظ سے احادیث کی فہرست کی ایک جامع کتاب ہے۔ اس کے مصنف ہولنڈا کے مشہور مستشرق ڈاکٹر آرند جان ونسنک A.J. WENSINCK (۱۹۳۹) ہیں آپ نے اسے انگریزی میں لکھا پھر عربی میں ترجمہ کیا۔ عربی زبان میں اسکی اشاعت پہلی بار ۱۳۵۲ھ۔۱۹۳۳ء میں مرحوم محمد فواد عبد الباقی کی تحقیق سے ہوئی۔

یہ کتاب احادیث کی جامع اور معتبر درج ذیل ۱۴ کتابوں کی فہرست پر مشتمل ہے۔

۱۔ صحیح بخاری ۲۔ صحیح مسلم ۳۔ سنن ابی داؤد ۴۔ جامع الترمذی

۵۔ سنن النسائی ۶۔ سنن ابن ماجہ ۷۔ موطا مالک ۸۔ مسند احمد

۹۔ مسند ابی داؤد الطیالسی ۱۰۔ سنن الدارمی ۱۱۔ مسند زید بن علی ۱۲۔ سیرۃ ابن ہشام

۱۳۔ مغازی الواقدی ۱۴۔ طبقات ابن سعد۔

اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں مؤلف کو دس سال لگے۔ اور مترجم کو چار سال کتب کے مواد کی ترتیب پر استاد احمد محمد شاکر نے یوں روشنی ڈالی ہے۔

استاد ونسنک نے اس کتاب کو معانی، علمی مسائل اور تاریخی اعلام کے لحاظ سے مرتب کیا ہے۔ ہر معنی اور ترجمہ کو آپ نے تفصیلی متعلق عناوین میں تقسیم کیا ہے۔ اور پھر جملہ عناوین کو حروف معجم کے لحاظ سے مرتب کیا ہے۔ ہر مسئلہ پر ان تمام احادیث وآثار کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے جو مذکورہ بالا کتابوں میں آئے ہیں۔

گویا یہ کتاب الفاظ ومبانی کے لحاظ سے نہیں بلکہ موضوعات ومعانی کے لحاظ سے مرتب کی گئی

ہے۔ اور موضوعات وعناوین حروف معجم کے لحاظ سے مرتب ہے گویا یہ کتاب موضوعات کی انسائیکلو پیڈیا ہے اور ہر موضوع کے تحت ذیلی عناوین ہیں۔ اور ہر عنوان کے تحت حدیث کی ان چودہ کتابوں میں موجود احادیث وآثار کو یکجا کر دیا گیا ہے عناوین وموضوعات کے لحاظ سے احادیث کی یہ فہرست انتہائی مفید ہے۔ اس طریقہ کی خوبی یہ ہے کہ یہ فہرست کسی بھی موضوع پر موجود احادیث کی جانب آپ کی رہنمائی فرمائے گی خواہ آپ کو احادیث یاد ہوں یا نہ ہوں جب کہ الفاظ وحروف کے لحاظ سے مرتب فہرست سے استفادہ اسی وقت مفید ہوگا جب آپ کو پہلا لفظ یا حدیث کے متن کا کوئی لفظ یاد ہو۔ اس فہرست کا ان ۱۴ کتب میں مواضع حدیث کی جانب رہنمائی کا طریقہ درج ذیل ہے۔

۱۔ صحیح بخاری، سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی کی احادیث کی جانب رہنمائی کے لئے کتاب اور پھر اس کتاب میں حدیث کا نمبر اور پھر باب کا نمبر درج ہے۔

۲۔ صحیح مسلم اور موطا کے لئے ''کتاب'' کے ذکر کے بعد حدیث نمبر درج ہے اور مسند زید، اور مسند ابی داؤد الطیالسی کے لئے صرف حدیث نمبر مرقوم ہے۔

۳: مسند احمد طبقات ابن سعد، سیرۃ ابن ہشام، مغازی واقدی کے صفحات کا حوالہ ہے مسند احمد کے اجزاء اور ان کے ارقام اور طبقات میں اجزاء اور ان کے ارقام کے علاوہ ''قسم'' کا بھی تذکرہ ہے۔

کتاب کے مقدمہ میں ان امور کی جانب رہنمائی کے لئے یوں اشارہ کیا گیا ہے۔

مفتاح کنوز السنۃ: یہ ایک عام تفصیلی فہرست ہے۔ اس کتاب کو ان احادیث کی واقفیت کے لئے لکھا گیا ہے جو احادیث کی چودہ مشہور کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

صحیح بخاری، سنن ابی داؤد، سنن الترمذی، نسائی، ابن ماجہ، اور دارمی کی احادیث کی جانب ابواب کے ارقام کا حوالہ ہے۔ صحیح مسلم، موطا مالک مسند زید اور مسند ابی داؤد میں احادیث کے نمبروں کا اور بقیہ کتابوں میں صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے ریسرچ اسکالر کے لئے مطلوب حدیث سے بلا مشقت کے واقفیت ممکن ہوگی۔

رموز کتاب:

بخ: صحیح بخاری: یہ کتابوں میں اور پھر ہر کتاب کو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مس: صحیح مسلم: یہ کتابوں میں اور پھر ہر کتاب کو احادیث میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ہد: سنن ابی داود: یہ کتابوں اور پھر ہر کتاب کو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

تر: سنن الترمذی: یہ کتابوں میں اور پھر ہر کتاب کو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

نس: سنن النسائی: یہ کتابوں میں اور پھر ہر کتاب کو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مج: ابن ماجہ: یہ کتابوں میں اور پھر ہر کتاب کو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

دی: سنن الدارمی: یہ کتابوں میں اور پھر ہر کتاب کو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ما: موطا مالک: یہ کتابوں میں اور پھر ہر کتاب کو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ز: مسند زید بن علی: اس کی حدیثیں ترقیم شدہ ہیں اور نمبر حدیث پر دلالت کرتا ہے۔

عد: طبقات ابن سعد: یہ کتاب مختلف اجزاء اور ہر جزء مختلف قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے نمبر صفحہ پر دلالت کرتا ہے۔

حم: مسند احمد بن حنبل۔ یہ کتاب مختلف اجزاء میں تقسیم ہے اور نمبر اس جزء کے صفحہ پر دلالت کرتا ہے۔

ط: مسند الطیالسی۔ اس کی احادیث ترقیم شدہ ہیں۔ نمبر حدیث پر دلالت کرتا ہے۔

هش: سیرة ابن هشام: نمبر صفحہ پر دلالت کرتا ہے۔

قد: مغازی الواقدی۔ نمبر صفحہ پر دلالت کرتا ہے۔

ک سے (کتاب) ب سے (باب) ح سے حدیث اور "ص" سے صفحہ کی جانب اشارہ۔

"ج" سے جزء، "ق" سے قسم، "قا" سے "قابل ما قبلها بما بعدها" مراد ہے (یعنی ما قبل کی عبارت کا بعد کی عبارت سے موازنہ اور تقابل کیجئے)

"مم" یہ رمز اگر عدد کے بائیں جانب لگا ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد بار آئی ہے۔ عدد کے بائیں جانب چھوٹی گنتی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث اس صفحہ یا باب میں مکرر آئی ہے۔

رموز کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۲۶۳ پر "الاصابع" کے تحت ہے "الاشارة بالاصبع فی الصلوة" نماز میں انگلیوں کے

ذریعہ اشارہ کرنا۔

۱۔ مس۔ ک۔ ۱۵ ح ۱۳۷۔ ۲۔ ہد۔ ک ۱۱ ب ۵۶۔

۳۔ تر۔ ک ۴۵ ب ۱۰۳ ۴۔ نس۔ ک ۱۲ ب ۴۹۔ ۷۔ ک ۱۳ ب ۳۶ و ۳۹۔۳۹۔

۵۔ مج۔ ک ۵ ب ۴۷ ۶۔ دی۔ ک ۲ ب ۹۲،۸۳۔

۷۔ حم اول ص ۳۳۹، ثانی ص ۱۱۹۔ ثالث ص ۴۷۰ رابع ص ۳۱۶/۴، ۳۱۸/۴، ۳۱۹ و ۳۱۹ خامس ص ۲۹۷۔ ۸۔ ط۔ ح۔ ۸۵۷۔

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، حدیث رقم ۱۳۷۔ ۲۔ سنن ابی داود کتاب المناسک باب ۵۶

۳۔ سنن الترمذی، کتاب الدعوات۔ باب ۱۰۳

۴۔ سنن النسائی، کتاب التطبیق باب ۹۷ و کتاب السہو باب ۳۶،۳۹۔۳۹۔

۵۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الاقامہ، باب ۴۷

۶۔ سنن الدارمی، کتاب الوضوء باب ۹۲،۸۳

۷۔ مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۹، ج ۲ ص ۱۱۹ ج ۳ ص ۴۷، ج ۴ ص ۳۱۶ (اس صفحہ پر یہ حدیث مکرر ہے) اسی طرح صفحہ نمبر ۳۱۸ پر بھی یہ حدیث مکرر آئی ہے) نیز یہ حدیث صفحہ نمبر ۳۱۹ پر بھی ہے۔ ج ۵/ ۲۹۷

۸۔ مسند الطیالسی حدیث رقم ۸۵۷۔

اعداد کے ذریعہ کتابوں کی معرفت کے لئے مؤلف نے آغاز کتاب میں ایک فہرست بنائی ہے۔ اس فہرست میں مؤلف نے صحاح ستہ سنن الدارمی اور موطا مالک میں موجود "کتابوں" کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے پہلو میں نمبر تک بھی کر دی ہے ساتھ ہی ہر کتاب میں کتنے ابواب ہیں ان کا بھی تذکرہ ہے سوائے صحیح مسلم اور موطا مالک کے۔ مؤلف نے ان کی احادیث کی تعداد درج کی ہے۔ لہذا اس ذیلی فہرست کی جانب مراجعہ کتاب سے استفادہ کی صورت میں ضروری ہے۔

مؤلف نے ان چودہ کتاب کے درج ذیل ایڈیشنوں پر اعتبار کیا ہے۔

۱۔ صحیح بخاری۔ لیڈن کی طباعت، ۱۸۶۴۔۱۹۰۸ء

۲- صحیح مسلم	بولاق کا ایڈیشن	۱۲۹۰ھ
۳- سنن ابی داؤد	قاہرہ کا نسخہ	۱۲۸۰ھ
۴- جامع الترمذی	بولاق	۱۲۹۲ھ
۵- سنن النسائی	قاہرہ	۱۳۱۲ھ
۶- سنن ابن ماجہ	قاہرہ	۱۳۱۳ھ
۷- سنن الدارمی	دہلی	۱۳۳۷ھ
۸- الموطا	قاہرہ	۱۲۷۹ھ
۹- مسند احمد	قاہرہ	۱۳۱۳ھ
۱۰- مسند الطیالسی	حیدرآباد	۱۳۲۱ھ
۱۱- مسند زید بن علی	میلانو	۱۹۰۹ھ
۱۲- طبقات ابن سعد	لیڈن	۱۹۰۴_۱۹۰۸م
۱۳- سیرۃ ابن ہشام	گوٹنگن	۱۸۵۹_۱۸۶۰م
۱۴- مغازی الواقدی	برلین	۱۸۸۲م

ان کتابوں کے زیادہ تر ایڈیشن نایاب ہیں۔ لہذا قاری المعجم المفہرس میں فہرست شدہ نو کتابوں کے ایڈیشنوں کو دیکھے کیونکہ یہ نسخہ مفتاح کنوز السنۃ کے نسخوں سے میل کھاتے ہیں۔ رہی بقیہ پانچ کتابیں تو اگر وہ ایڈیشن مل جائیں جن پر مؤلف نے اعتبار کیا ہے تو بہت خوب ورنہ ان سے قریب تر شائع شدہ کسی نسخہ پر اعتماد کیا جائے۔ نیز کثرت مراجعہ سے ان کتابوں میں مکان مقصود تک پہونچنا آسان ہو جائے گا۔

نوٹ:۔ مفتاح کے پیش لفظ میں یہ ہدایت درج ہے۔ اگر باحث اپنا مقصود معین باب میں نہ پائے تو ایک دو باب آگے پیچھے مراجعہ کرے تو ضرور وہ اپنے مقصود کو پائے گا۔ اس کا سبب مختلف ایڈیشنوں میں ابواب کی تعداد میں اختلاف کا واقع ہونا ہے۔ سوائے بخاری شریف کے کیونکہ جامعہ لیڈن کے نسخہ کے مطابق وہ ترقیم شدہ ہے اور پھر اس کے ابواب و کتب پر نمبر نگ پڑی ہوئی ہے۔

مؤلف نے موطا امام مالک میں مذکور امام مالک کی فقہی رایوں اور صحیح مسلم میں وارد ان احادیث کی فہرست نہیں بنائی ہے۔ جنہیں امام مسلم باب میں مذکور مکمل حدیث کی تائید وتقویت کے لئے لاتے ہیں۔

یہ کتاب حدیث پر کام کرنے والوں کے لئے بے حد مفید ہے اور خصوصا حدیث یا علوم حدیث کے کسی موضوع پر ایم اے۔ اور پی ایچ ڈی کرنے والوں کے لئے یہ کتاب نعمت غیر مترقبہ سے کم اہمیت نہیں رکھتی اس کتاب کی ایک دوسری خوبی جو اسے المعجم المفہرس سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کتاب میں ان "اعلام" کا ترجمہ اور ان سے متعلق ان احادیث وآثار کا بھی تذکرہ ہے جو احادیث ان "اعلام" کے تعلق سے فہرست شدہ کتابوں میں آئی ہیں۔

دوسری قسم: جس سے مراد وہ کتابیں ہیں جو فقہی ابواب کے لحاظ سے مرتب ہیں اور اس کی مشہور قسمیں درج ذیل ہیں۔

(۱) السنن (۲) المصنفات (۳) الموطات (۴) المستخرجات

۱۔ السنن:۔ سنن سے مراد وہ کتابیں ہیں جو فقہی ترتیب کے لحاظ سے مرتب ہیں۔ ان میں موقوف ومقطوع احادیث نہیں پائی جاتی کیونکہ سنت صرف مرفوع حدیث ہی کو کہتے ہیں مقطوع اور موقوف کو حدیث کہتے ہیں۔ سنت نہیں۔

کتب سنن بہت زیادہ ہے مشہور سنن درج ذیل ہیں: (۱) سنن ابی داؤد سلیمان بن الاشعث (۲۷۵ھ) (۲) سنن النسائی (المجتبیٰ) ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی (۳۰۳ھ) (۳) سنن ابن ماجہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی (۲۷۵ھ) (۴) سنن الشافعی (۵) سنن البیہقی ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی (۶) سنن الدار قطنی علی بن عمر الدار قطنی (۳۸۵ھ) (۷) سنن الدارمی عبد الرحمن الدارمی (۲۵۵ھ)

(۲) المصنفات: مصنف سے مراد فن حدیث کی وہ کتابیں جو فقہی ابواب کے لحاظ سے مرتب ہوں اور مرفوع ومقطوع احادیث یعنی احادیث نبویہ، اقوال صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے فتاویٰ پر مشتمل ہوں۔

مصنف اور سنن کے درمیان فرق: سنن میں صحابہ یا تابعین کے فتاوے شاذ ونادر ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ

محدثین کی اصطلاح میں اقوال صحابہ اور فتاوی تابعین کو حدیث کہتے ہیں۔ ان پر سنت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ مصنف میں یہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں اس کے علاوہ مصنف اور سنن میں کوئی اور اہم فرق نہیں پایا جاتا۔

مشہور مصنف درج ذیل ہیں۔ (۱) المصنف۔ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی (۲۳۵ھ)

۲۔ المصنف ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی (۲۱۱ھ) (۳) المصنف بقی بن مخلد القرطبی (۲۷۶ھ) (۴) المصنف ابوسفیان وکیع بن الجراح الکوفی (۱۹۶ھ) (۵) المصنف ابوسلمہ حماد بن سلمہ البصری (۱۶۷ھ)

۳۔ الموطات۔ موطا کے لغوی معنی آسان اور سہل کی گئی کتاب۔ اصطلاح میں اس سے مراد وہ کتاب جو فقہی ترتیب کے لحاظ سے مرتب ہو۔ موطا احادیث اقوال صحابہ اور تابعین کے فتاوی ان سب پر مشتمل ہوتی ہے۔

مشہور موطات درج ذیل ہیں۔ (۱) الموطا امام مالک بن انس المدنی (۱۷۹ھ) (۲) الموطا ابن ابی الذئب محمد بن عبدالرحمن المدنی (۱۵۸ھ) (۳) الموطا ابو محمد عبداللہ بن محمد المروزی (۲۹۳ھ)

۴۔ سنن وموطات پر مستخرجات: موطات اور مصنفات پر تو کسی نے استخراج نہیں کیا ہے البتہ کتب سنن پر بعض مستخرجات لکھی گئی ہیں جیسے "المستخرج علی سنن ابی داؤد قاسم بن اصبغ"

تیسری قسم:

اس قسم سے مراد وہ کتابیں جو دین کے کسی جزء یا باب پر لکھی گئی ہوں اس کی مختلف قسمیں ہیں۔ مشہور اقسام درج ذیل ہیں۔

۱۔ کتب اجزاء: اجزاء جزء کی جمع ہے جس کے معنی وہ چھوٹی کتاب جو درج ذیل دو معاملوں میں سے کسی ایک پر مشتمل ہو (۱) صحابہ یا ان کے بعد کے طبقات میں سے کسی ایک سے مروی احادیث کو جمع کرنا جیسے "جزء ما رواہ ابو حنیفہ" ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبری (۴۷۸ھ) اس کے مولف ہیں۔

(۲) ایک موضوع سے متعلق جملہ احادیث کا استقصاء جیسے:۔

جزء رفع الیدین فی الصلوۃ: امام بخاری۔ القراءۃ خلف الامام: امام بخاری

کتب اجزاء کی جانب رجوع:۔ ان کتابوں کی جانب اس وقت مراجعہ کیا جائے گا جب آپ کسی صحابی کی واسطے سے مروی حدیث یا مشہور لوگوں کے واسطے سے مروی حدیث کو تلاش کرنا چاہتے ہوں یا

جب آپ کوئی ایسی حدیث چاہتے ہوں جو اس جزء کا موضوع ہو جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔

۲: ترغیب وترہیب کی کتابیں: اس سے مراد حدیث کی وہ کتابیں ہیں جو شریعت کے مطلوب اوامر کی جانب رغبت دلانے والی اور منہیات سے ڈرانے والی احادیث پر مشتمل ہوں اس فن پر درج ذیل کتابیں کافی مشہور ہیں۔

۱: الترغیب والترہیب: زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری (۶۵۶) یہ کتاب کتب حدیث سے ماخوذ ومرتب ہے۔ اس کی حدیثیں سندوں سے خالی ہیں البتہ ہر حدیث کی تخریج اور اس پر حکم درج ہے۔

۲: الترغیب والترہیب: ابوحفص عمر بن احمد (ابن شاہین) (۳۸۵ھ)

اس کتاب کو مولف نے اپنی سندوں کے ساتھ مرتب کیا ہے۔

۳۔ کتب زھد اور آداب وفضائل:

زھد واخلاق پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان کتابوں میں زھد وفضائل سے متعلق احادیث وآثار کی ایک بڑی تعداد جمع کر دی گئی ہے۔ اس موضوع پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے یہ کتابیں بے حد مفید ہیں۔ مشہور کتابیں درج ذیل ہیں۔

(۱) کتاب ذم الغیبۃ (۲) کتاب ذم الحسد (۳) کتاب ذم الدنیا ابن ابی الدنیا ابوبکر عبداللہ بن محمد البغدادی (۲۸۱ھ) (۴) کتاب اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابو الشیخ ابو محمد عبداللہ بن محمد الاصبہانی (۳۶۹ھ) (۵) کتاب الزھد۔ امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) ۶۔ کتاب الزھد عبداللہ بن المبارک (۱۸۱ھ)

۷۔ کتاب الذکر والدعاء ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الکوفی (۱۸۲ھ)

۸۔ کتاب فضائل القرآن، الامام الشافعی

۹۔ کتاب فضائل الصحابۃ ابو نعیم الاصبہانی (۴۳۰ھ) ۱۰۔ کتاب ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین ابو زکریا یحیی بن شرف النووی (۶۷۶ھ)

۴۔ کتب احکام: کتب احکام سے مراد وہ کتابیں ہیں جو احادیث احکام پر مشتمل ہیں۔ ان احادیث کو

ان کے مؤلفین نے حدیث کی بنیادی کتابوں سے منتخب کرکے فقہی ترتیب پر مدون کیا ہے ان میں بعض بڑی، بعض چھوٹی اور بعض متوسط درجہ کی ہیں۔ ان کی تعداد بے شمار ہے مشہور درج ذیل ہیں۔

(۱) الاحکام الکبری۔ ابو محمد عبدالحق بن عبدالرحمن الاشبیلی (۵۸۱ھ) ۲۔ الاحکام الصغری۔

۳۔ الاحکام عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی (۶۰۰ھ) ۴۔ عمدۃ الاحکام عن سید الانام عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی (۵) الامام فی احادیث الاحکام محمد بن علی المعروف بابن دقیق العید (۷۰۲ھ) ۶۔ الالمام باحادیث الاحکام ابن دقیق العید ۷۔ المنتقی فی الاحکام عبدالسلام بن عبداللہ بن تیمیہ الحرانی (۶۵۲ھ) ۸۔ بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)

ان میں سے زیادہ تر کتابوں کی شرحیں لکھی گئی ہیں۔

۵۔ مخصوص موضوعات پر مدون کتابیں:

اس سے مراد وہ کتابیں ہیں جو کسی ایک خاص موضوع پر لکھی گئی ہیں اور جن کے مؤلفین نے اس موضوع کے ہر ہر پہلو پر گفتگو کرتے ہوئے جا بجا احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے یہ کتابیں ان موضوعات پر کام کرنے والے ریسرچ اسکالروں کے لئے بے حد مفید ہیں کیونکہ ان کتابوں میں بے شمار ایسی بھی مرویات پائی جاتی ہیں جو حدیث کی مشہور ترین کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔

ان کتابوں کی تعداد بہت زیادہ ہیں مشہور کتابیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ کتاب الاخلاص ابوبکر عبداللہ بن محمد (ابن ابی الدنیا) (۲۸۱ھ)

۲۔ کتاب الاسماء والصفات ابوبکر البیہقی (۴۵۸ھ) ۳۔ کتاب ذم الکلام ابو اسماعیل الہروی (۴۸۱ھ)

۴۔ کتاب الفتن والملاحم ابو عبداللہ نعیم بن حماد المروزی۔ (۲۲۸ھ) ۵۔ کتاب الجہاد، عبداللہ بن المبارک المروزی۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جہاد پر مستقل کتاب لکھی ہے۔

۶۔ دوسرے فنون کی کتابیں:

اس سے مراد وہ کتابیں ہیں جو اصلاً حدیث کے علاوہ دوسرے علوم جیسے تفسیر، فقہ، تاریخ، وغیرہ پر لکھی گئی ہیں۔ لیکن ان میں احادیث و آثار سے کثرت سے استدلال کیا گیا ہے اس نوع کی کتابوں میں فن تخریج میں معاون دو ہی طرح کی کتابیں ہوسکتی ہیں۔ (۱) وہ کتابیں جو اپنی سندوں کے

ساتھ احادیث بیان کرتی ہیں۔ (۲) وہ کتابیں جو اپنی سندوں سے تو احادیث کو نہیں بیان کرتی البتہ حدیث کے تذکرہ کے بعد ان ائمہ کا ذکر کردیتی ہیں جنہوں نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ اس نوع کی مشہور کتابیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر طبری (جامع البیان عن تاویل آی القرآن - ابو جعفر محمد بن جریر الطبری) (۳۱۰ھ) ۲۔ تفسیر ابن کثیر ابو الفداء اسماعیل بن عمر القرشی الدمشقی ۳۔ الدر المنثور فی تفسیر الکتاب العزیز بالماثور السیوطی (۹۱۱ھ) ۴۔ المجموع شرح المہذب النووی ۵۔ المغنی (فقہ حنبلی) ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ ۶۔ تاریخ الطبری۔

۷۔ تخریج کی کتابیں:

اس سے مراد وہ کتابیں ہیں جن کے مؤلفین نے ان میں کسی مخصوص کتاب میں وارد احادیث کی تخریج کی ہے۔ مشہور کتب تخریج درج ذیل ہیں۔

۱۔ تخریج احادیث الکشاف الزیلعی ۲۔ نصب الرایہ الزیلعی ۳۔ التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث شرح الوجیز الکبیر ابن حجر العسقلانی ۴۔ مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفا السیوطی۔

۵۔ فلق الاصباح فی تخریج احادیث الصحاح السیوطی ۔ ۶۔ المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار۔ حافظ عراقی۔

۸۔ کتب احادیث کی شرحیں اور حواشی: بعض شارحین حدیث نے حدیث کی شرح کے ذیل میں ہر ہر حدیث کے مخارج پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے اس لئے یہ کتابیں بھی مصادر تخریج میں شمار کی جاتی ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے مشہور کتابیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ فتح الباری بشرح صحیح البخاری۔ حافظ ابن حجر العسقلانی۔

۲۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری۔ قاضی القضاۃ ابو محمود بن احمد العینی (۸۵۵ھ)

۳۔ شرح الاحیاء۔ ابو الفیض محمد مرتضی الزبیدی۔ ۴۔ فتح القدیر (ھدایہ کی شرح) ابن الہمام الحنفی۔ عصر حاضر کے ان محققین کے حواشی سے استفادہ بھی اس باب میں بے حد مفید ہوگا جنہوں نے مختلف کتابوں کی تحقیق کے دوران غیر معروف احادیث کی تخریج کی ہے جیسے الشیخ احمد الشاکر، الشیخ محمود الشاکر، الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ، الشیخ حبیب الرحمن الاعظمی اور الشیخ محمد فواد عبدالباقی وغیرہ اللہ تعالی ان علماء عظام کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

شعبہ علوم الحدیث

گولڈزیہر اور امام زہریؒ

(۲)

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعیؒ

دوسری دلیل:۔ زیہر نے امام زہری پر دوسرا الزام یہ لگایا ہے کہ آپ اموی حکومت کے ساتھ کام کرتے اور قصر خلیفہ سے برابر ربط رکھتے تھے بلکہ اکثر و بیشتر خلیفہ کے ہمراہ سفر کرتے تھے۔

خلفاء اور امراء کے دربار میں جانا دین و ایمان اور امانت و دیانت کے لئے قادح نہیں ہے پھر آپ کا خلفاء سے تعلق نہایت معزز تھا حق بات کہنے میں آپ نے کبھی بھی خلفاء کی رو رعایت نہ کی۔ اور پھر علماء کا خلفاء کی مجلسوں میں جانا قدیم زمانے سے ہی ثابت ہے۔ کتنے ہی صحابہ کرام امیر معاویہؓ کے دربار سے وابستہ تھے۔ کبار تابعین کا خلفاء بنی امیہ سے تعلق تھا۔ امام ابو حنیفہؒ کے مراسم خلیفہ منصور سے گہرے تھے اور ابو یوسف کے تعلقات ہارون رشید سے انتہائی عمدہ تھے لیکن اس کے باوجود بھی کسی نے نہ تو ان پر ملامت کی ہے اور نہ ہی مرتبہ عدالت سے گرایا ہے محض اس بناء پر کہ ان لوگوں نے خلفاء وسلاطین کی حاشیہ برداری کی ہے۔

تیسری دلیل:۔ گولڈزیہر نے آپ کو مطعون کرنے کے لئے یہ ثابت کیا ہے آپ نے حجاج کے ہمراہ حج کیا تھا۔ امام زہری حجاج کے ساتھ نہ تھے بلکہ آپ عبداللہ بن عمرؓ کے ہمراہ تھے جس وقت وہ حجاج کے ساتھ ملے تھے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ زہری سے مروی ہے کہ عبدالملکؒ نے حجاج کے پاس خط لکھا کہ مناسک حج کی ادائیگی میں ابن عمرؓ کی پیروی کرو تو حجاج نے یوم عرفہ کے دن ابن عمر کے پاس خبر بھجوائی کہ جب آپ روانہ ہوں تو ہمیں اطلاع کر دیں۔ تو ابن عمر اور سالم روانہ ہوئے اور میں ان دونوں کے ہمراہ تھا۔ شہاب کہتے ہیں اور میں روزہ سے تھا تو میں گرمی کی وجہ سے پریشانی سے دوچار ہو گیا۔ (تہذیب التہذیب)۔

امام زہری ابن عمر کے ساتھ تھے جب یہ دونوں حجاج سے ملے نہ کہ آپ نے حجاج کی معیت میں حج کیا۔

چوتھی دلیل:۔ ہشام کے لڑکوں کی تربیت کرنا۔

گولڈزیہر کا خیال ہے کہ امام زہری کو مطعون کرنے والی اشیاء میں آپ کا ہشام کے ولی عہد کا مربی ہونا بھی ہے۔ ہشام کے ولی عہد ان کے لڑکے نہیں بلکہ بھائی ولید بن یزید تھے اور ولید سے امام زہری کے تعلقات درست نہ تھے۔ آپ ہشام کے لڑکوں کے مربی تھے۔ لیکن اس سے امام زہری کی شخصیت پر کون سا حرف آجائے گا کیا مسخروں کے خلفاء کے لڑکوں کی تربیت کرنے سے بہتر نہیں کہ نیک لوگ ان کی تربیت کریں۔ نیز تاریخ شاہد ہے بلاد روم میں ہشام کی اولاد نے مختلف غزوات میں شرکت کی۔ اور مختلف علاقوں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں انہوں نے حصہ لیا۔ کیا یہ انصاف کی بات نہیں کہ اس کا تھوڑا سا فضل ان کے شیخ زہری کو ملے۔ خصوصاً اس لئے بھی کہ مورخین کے نزدیک آپ ایک جلیل القدر اور عظیم فوجی تھے اور ایک بار آپ غزوہ کی نیت سے شام بھی آئے تھے۔ اور آپ فوجیوں کا لباس پہنتے تھے۔

پانچویں دلیل:۔ منصب قضاء پر فائز ہونا۔

گولڈزیہر نے امام زہری پر ایک الزام یہ بھی لگایا ہے کہ انہوں نے یزید الثانی کے عہد میں منصب قضاء کو قبول فرمایا اگر آپ متقی ہوتے تو اس منصب سے ویسے ہی فرار اختیار کرتے جیسے علامہ شعبی اور دوسرے نیک لوگوں نے راہ فرار اختیار کی تھی۔ پھر کیا یہ نقد درست ہے؟۔ منصب قضاء کی قبولیت کو کسی بھی عالم نے موجب فسق نہیں شمار کیا ہے اور خود آپ ﷺ نے علی بن ابی طالبؓ، معاذ بن جبلؓ اور معقل بن یسار وغیرہ کو منصب قضاء پر فائز کیا تھا۔ اور متعدد تابعین بھی عہد اموی میں منصب قضاء پر فائز ہوئے۔ بلکہ بعض تابعین نے تو حجاج کے لئے اس منصب کو قبول فرمایا لیکن کسی نے بھی اس منصب پر فائز ہونے کی بناء پر ان پر جرح نہیں کی ہے۔ رہا علامہ شعبی کا منصب قضاء سے فرار تو وہ ابتداء میں تھا۔ ابن الاشعث کے فتنہ کے خاتمے کے بعد آپ نے یزید بن عبدالملکؒ کے عہد میں منصب قضاء کو قبول فرمایا۔

گولڈزیہر کا یہ خیال کہ متقی لوگ منصب قضاء سے پرہیز کرتے تھے اور اس منصب پر فائز

ہونے والے کو ساقط العدالت مانتے تھے، تو یہ خلاف واقع ہے۔ اور رہا اس حدیث سے استدلال ''من ولی القضاء فقد ذبح بغیر سکین'' تو اس میں قاضی کو فیصلے میں احتیاط برتنے اور عدل سے کام لینے پر آمادہ کیا گیا ہے۔ ائمہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ظالم والیوں کے عہد امارت میں بھی اس منصب پر فائز ہونا جائز ہے۔ شیخ الاسلام المرغینانی لکھتے ہیں: ''ظالم بادشاہ کے یہاں منصب قضاء کے عہدے کو قبول کرنا اسی طرح جائز ہے جس طرح عادل بادشاہ کے یہاں کیونکہ صحابہ کرام نے معاویہؓ کے عہد میں اس منصب کو قبول فرمایا درانحالیکہ حق پر حضرت علیؓ تھے۔ اور تابعین نے حجاج کے یہاں اس ولایت کو قبول فرمایا درانحالیکہ وہ ظالم تھا صرف ایک صورت میں جائز نہیں جب حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا ممکن نہ ہو'' (فتح القدیر ۶/۳۶۳،۳۶۴)۔

ابن العربیؒ کہتے ہیں: یہ ولایت فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے۔ پس اگر امام جملہ لوگوں کو اس کے لئے بلائے اور لوگ نہ قبول کریں تو سب گنہگار ہوں گے۔ اور اگر چند ایک قبول کرلیں تو سب کو اجر ملے اور بقیہ لوگوں سے فرضیت ساقط ہو جائے گی۔

ابن فرحون المالکی کہتے ہیں: ''قضاء کے باب میں وعید اور دھمکیوں پر مشتمل جملہ احادیث ظالم اور جابر قاضیوں یا ان جاہل قاضیوں کے حق میں وارد ہوئی ہیں جو علم و لیاقت کے بغیر اس منصب پر فائز ہو جاتے ہیں۔

اس پوری بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ منصب قضاء مسقط عدالت و موجب جرح نہیں بلکہ یہ ایک عظیم شرف ہے۔ اگر اس کی فضیلت کے سلسلے میں کوئی حدیث نہ ہوتی تو بھی شریعت الٰہیہ کے مطابق آپ ﷺ کے فیصلہ کی نیابت ہی اس کے فضل و شرف کے لیے کافی ہوتی۔

ابن العربی نے بعض صحابہ کرامؓ کے اس منصب سے احتراز کی علت پر یوں روشنی ڈالی ہے: ''یقیناً آدمی جو نیک اعمال انجام دیتا ہے انہیں مختلف پہلوؤں سے کمی رہ جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور بعض منافی امور کی بناء پر اس کی عدم مقبولیت کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ غور کیجئے جب طاعتوں کا یہ حال ہے تو وہ حقوق العباد جن کی ادائیگی کی ذمہ داری انسان کے سر ڈال دی گئی ہو ان کو عدل و انصاف

کے ساتھ پورا کرنا کتنا مشکل ہوگا لہٰذا اس باب میں خوف و اندیشہ عظیم سے عظیم تر ہونا چاہئے۔

امام زہریؒ پر ''لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد'' والی حدیث گھڑنے کا اتہام:

گولڈ زیہر کا خیال ہے کہ عبدالملک بن مروان، عبداللہ بن الزبیرؓ سے خوفزدہ تھا اسے یہ اندیشہ لاحق تھا کہ کہیں آپ ان شامیوں سے بیعت نہ لے لیں جو حج کرنے مکہ جاتے تھے۔ چنانچہ اس نے خانہ کعبہ کے بجائے صخرۃ کی جانب حج کو شروع قرار دیا اور اس مقصد کے لیے امام زہری سے صخرہ کی فضیلت میں یہ حدیث ''لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد'' گھڑوائی تا کہ اس نظریہ کو قبول عام حاصل ہو سکے۔ (دیکھئے Guillaumumetradition of Islam P.48)

گولڈ زیہر نے یعقوبی کی تاریخ پر اعتماد کیا ہے۔

یعقوبی کی روایت درج ذیل ہے: عبدالملک نے شامیوں کو حج کرنے سے روک دیا کیونکہ ابن الزبیرؓ جب وہ حج کے لیے آتے تو ان سے بیعت لے لیتے۔ عبدالملک نے جب یہ صورتحال دیکھی تو انہیں مکے جانے سے روک دیا۔ اس پر لوگوں نے خوب واویلا مچایا کہ تم ہمیں حج بیت اللہ سے روک رہے ہو درانحالیکہ وہ ہم پر فرض ہے؟ اس پر عبدالملک نے فرمایا! ''یہ ابن شہاب الزہری ہیں جو روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کا رخت سفر نہ باندھا جائے۔ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ'' اور مسجد اقصیٰ خانہ کعبہ کا قائم مقام ہو سکتی ہے اور یہ صخرہ جس کے بارے میں روایت کی جاتی ہے نبی اکرمؐ نے معراج کے موقع پر اس پر اپنا ایک قدم رکھا تھا آج تمہارے لیے خانہ کعبہ کے قائم مقام ہوگا۔ چنانچہ اس نے صخرہ پر ایک قبہ بنوایا اور ریشم کے پردے لٹکائے اور لوگوں کو اس کے گرد طواف کرنے کا حکم دیا اور یہ سلسلہ عہد اموی تک قائم رہا۔ (تاریخ یعقوبی-۲/۳۱۱)

یہ واقعہ درج ذیل وجوہ و اسباب کی بناء پر غلط ہے

(۱) قبہ کی تعمیر عبدالملک نے نہیں بلکہ ولید بن عبدالملک نے کروائی ہے۔ ابن عساکر، طبری، ابن الاثیر، ابن خلدون اور امام ابن کثیر نے اس کی تعمیر کی نسبت ولید کی جانب ذکر کی ہے۔ اگر اس قبہ کی

تعمیر خانہ کعبہ کے بدل کے طور پر کی جاتی تو ان مورخین کے یہاں اس کا تذکرہ ضرور ملتا۔

(۲) خانہ کعبہ کے بجائے قبہ کا طواف و حج کفر صریح ہے تو وہ عبدالملک جسے کثرت عبادت کی بناء پر "حمامۃ المسجد" کہا جاتا تھا اور جس نے اگر زمام خلافت نہ سنبھالی ہوتی تو فقہاء مدینہ میں اس کا شمار ہوتا۔ وہ اتنے کھلے شرک کا ارتکاب کیوں کر کر سکتا ہے؟ پھر اس کے مخالفین نے اس پر بے شمار الزامات لگائے ہیں۔ لیکن کسی نے بھی ان پر کفر کا الزام نہیں لگایا ہے اور اگر یہ واقعہ درست ہوتا تو تمام الزامات میں یہ سرفہرست ہوتا۔

(۳) تاریخی لحاظ سے بھی یہ واقعہ غلط ثابت ہوتا ہے۔ مورخین امام زہری کی تاریخ پیدائش کے بارے میں مختلف الرائی ہیں۔ آپ ۵۱ھ یا ۵۸ھ میں پیدا ہوئے ہیں اور امام زہری کی ملاقات پہلی بار عبدالملک سے ۸۱ھ میں ہوئی ہے۔ (تاریخ الاسلام۔ ذہبی ۵:۳۶۔ المعارف ابن قتیبہ ۴۷۲، البدایہ ۹:۳۴۱)

نیز فلسطین ۶۷ھ میں عبدالملک بن مروان کے تسلط سے باہر تھا۔ (تاریخ یعقوبی ۳۲۱/۲) اور امویوں نے ۶۸ھ میں خانہ کعبہ کا حج کیا تھا۔ (تاریخ یعقوبی ۳۲۰/۲)

ان تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ قبۃ الصخرہ کو خانہ کعبہ کا بدل بنانے کا خیال عبدالملک کے دل میں ۶۸ھ سے پہلے نہیں آ سکتا تھا اور تاریخی مصادر بھی اسی امر کی تائید کرتے ہیں کہ اس نے عملاً ۶۹ھ میں صخرہ کی تعمیر شروع کی ہے۔ (المقدسی، مثیر الغرام: ۳۰۰) اور ظاہر ہے یہی وقت زہری کی حدیث سے استدلال و استشہاد کرنے کا مناسب وقت ہے اور امام زہری اس سن میں دس سے اٹھارہ سال کے رہے ہوں گے۔ اور یہ بات انتہائی غیر معقول ہے کہ ایک بچہ یا جوان اس عمر میں اپنے ماحول و وطن کے بجائے دوسرے علاقوں کے علمی حلقوں میں اس قدر مشہور ہو جائے اور لوگ انکے اس قدر گرویدہ ہوں اور اس کے علم کا سکہ اس قدر جما ہوا ہو کہ قرآن و حدیث میں فرض کردہ عبادت حج کو وہ معطل اور منسوخ کرنے پر قادر ہو جائے اور پھر شام میں متعدد صحابہ اور کبار تابعین کی ایک بڑی تعداد آباد تھی۔ ان کے لیے اس جھوٹ پر خاموشی اختیار کرنا ممکن نہ ہوتا اور اگر بفرض محال

انکے پاس ایمان اور جرأت کی کمی تھی تو بھی وہ عبدالملک کے انہیں نظرانداز کر کے ایک دس سالہ لڑکے کی روایت سے استدلال کرنے پر بھڑک اٹھتے۔

پھر تاریخ یعقوبی کے مطابق ۷۲ھ سے حج امویوں کے ہاتھ میں آ گیا اور خود عبدالملک ۷۵ھ میں حج کے لیے روانہ ہوا۔ (تاریخ الیعقوبی ۲:۳۳۶) اور صخرہ کی تعمیر ۷۲ھ میں ہی مکمل ہوئی۔ اس لیے انہیں حج کا بدل دریافت کرنے کوئی ضرورت باقی نہ تھی۔ پھر اموی اتنے مغفل نہ تھے کہ وہ اپنے دشمنوں کو از خود زبردست ہتھیار فراہم کرتے جو ان کے خلاف استعمال کیا جائے کہ ان لوگوں نے حج کعبہ کو زیارت صخرہ سے بدل دیا۔ (دراسات فی الحدیث النبوی ڈاکٹر محمد مصطفی اعظمی، ص:۴۵۸)

(۴) اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ زہری نے اس حدیث کو عبدالملک کو خوش کرنے کے لئے گھڑی ہے تو بھی یہ حدیث کسی بھی پہلو سے قبۃ الصخرۃ کی فضیلت کے تصریح نہیں کرتی ہے اور نہ ہی اس میں حج کعبہ کے بدل کا کوئی تذکرہ ہے اور نہ ہی خانہ کعبہ کے بجائے قبہ کے طواف کا تذکرہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس میں مسجد اقصیٰ کی ایک خاص اہمیت بیان ہوئی ہے اور ظاہر ہے مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے اور آپ ﷺ کو یہیں سے معراج پر لے جایا گیا۔ اور یہ چیز خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔

(۵) اس حدیث کی روایت علامہ زہری نے اپنے استاذ سعید بن المسیب سے کی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ زہری اگر اس حدیث کو بنوامیہ کی خواہشات کی تکمیل کے لئے گھڑ کر ان کی جانب منسوب کرتے تو وہ اس پر خاموشی اختیار نہ کرتے۔ درانحالیکہ بنوامیہ کی جانب سے انہیں مارا گیا اور تکلیفیں پہونچائی گئیں۔ اور پھر سعید کا انتقال ۹۳ھ میں ہوا۔ اس پوری مدت میں آپ کا خاموش رہنا ناممکن ہے درانحالیکہ آپ اظہار حق کے معاملہ میں پہاڑ سے زیادہ راسخ تھے اور بیان حق میں کسی کی ملامت کی آپ کو پرواہ نہ تھی۔

(۶) اس حدیث کی روایت میں امام زہری منفرد نہیں ہیں بلکہ متعدد ثقہ اور معتبر راویوں نے اس کی روایت کی ہے۔ چند سندیں ملاحظہ ہوں۔

۱: عبدالملک بن عمیر عن قزعہ عن ابی سعید الخدریؓ (مسند احمد ۳:۷)۔

۲: قاسم عن ″ ″ ″ ″ (مسند احمد ۳:۳۴)۔

۳: قتادہ عن ″ ″ ″ ″ (مسند احمد ۳:۴۵)۔

۴: ابراہیم بن سہل عن ″ ″ ″ ″ ″ (احمد ۳:۷۷)

۵: قصیم عن ″ ″ ″ ″ (طبرانی الاوسط ۱/۲۶۱)۔

۶: مجالد عن ابی الوداک ″ ″ ″ ″ (احمد ۳/۵۳)۔

۷: عبدالحمید عن شہر ″ ″ ″ ″ (احمد ۳/۶۳)۔

۸: لیث عن شہر عن ابی سعید الخدری (احمد ۳/۹۳)

۹: عبدالملک عن عکرمہ مولیٰ زیاد عن ابی سعید (احمد ۳/۷۱)

۱۰: ابان بن تغلب عن عطیہ عن ابی سعید الخدری (الطبرانی الاوسط ۴/۱۰۳)

۱۱: عبدالملک عن عمر بن عبدالرحمن عن ابی بصرہ الغفاری (مسند احمد ۶/۷)

۱۲: یزید بن ابی حبیب عن مرثد بن عبداللہ عن ابی بصرہ الغفاری (مسند احمد ۶/۳۹۷)

۱۳: ہشام عن نافع عن ابن عمر (الطبرانی الاوسط ۲/۱۰۵–۱)

۱۴: سلمۃ بن کہیل عن حجیۃ بن عدی عن علی۔ (طبرانی اوسط ۱/۲۱۰)

۱۵: یزید بن ابی مریم عن قزعہ عن عبداللہ بن عمرو (ابن ماجہ اقامہ: ۱۹۶، تاریخ الفسوی ۲/۸۹)

۱۶: محمد بن ابراہیم عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ۔ (تاریخ الفسوی ۳/۸۹)

۱۷: محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ۔ (دارمی الصلوٰۃ: ۱۳۳، احمد ۲/۵۰۱)

۱۸: عمران بن ابی انس عن سلیمان الاغر عن ابی ہریرۃ (مسلم، الحج: ۵۱۳)

۱۹: الزہری عن سعید عن ابی ہریرۃ۔ (البخاری، فضل الصلوٰۃ، ۱۔ مسلم، الحج ۵۱۱)

غور کیجئے جب یہ حدیث ۱۹ راویوں سے مروی ہے تو آخر اس حدیث کے افتراء اور گھڑنے کی نسبت صرف زہریؒ کی جانب کیوں کی جائے گی۔ آخر یہ اٹھارہ لوگ کیا اس گھڑنے میں شامل نہیں مانے جائیں گے۔

(دیکھئے: دراسات فی الحدیث النبوی: ۳۲۰)

مذاہب عالم

توریت کا تعارف

(۶)

ابوارقم فلاحی

توریت اور تحریف:

موجودہ توریت کے متعلق یہود کا دعویٰ وعقیدہ ہے کہ یہی وہ توریت ہے جو انسانیت کی ہدایت کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی لیکن محققین کے نزدیک یہ توریت تحریف شدہ توریت ہے۔ اس امر پر تمام مسلمانوں کا بھی اجماع ہے کیونکہ معقول ومنقول دونوں اس کے تحریف شدہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے!

"افتطمعون أن یومنوالکم و قدکان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ و ھم یعلمون" (سورۃ البقرۃ: ۷۵)

کیا تم لوگ توقع رکھتے ہو کہ یہ لوگ تمہاری بات مان لیں گے اور حال یہ ہے کہ ان میں سے ایک گروہ اللہ کے کلام کو سنتا ہے اور اس کو سمجھ چکنے کے بعد اس کی تحریف کرتا رہا ہے۔

تحریف کے معنی بات یا کلام بدل دینے کے ہیں اس بدل دینے کی کئی شکلیں ہو سکتی ہیں مثلاً ایک بات کی دیدہ ودانستہ ایسی تاویل کردی جائے جو قائل کے منشاء کے بالکل خلاف ہو۔ کسی لفظ کے طرز ادا اور قرأت میں ایسی تبدیلی کردی جائے جو لفظ کو کچھ سے کچھ بنا دے مثلاً یہود نے مروہ کو بگاڑ کر موریا مریا وغیرہ کر دیا۔ کسی عبارت یا کلام میں ایسی کمی بیشی کردی جائے جس سے اس کا اصل مدعا بالکل خبط ہو کر رہ جائے مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہجرت کے واقعہ میں یہود نے اس طرح ردوبدل کردیا کہ خانہ کعبہ سے ان کا کوئی تعلق ثابت نہ ہو سکے۔ کسی ذومعانی لفظ کا وہ ترجمہ کردیا جائے جو سیاق وسباق کے بالکل خلاف ہو مثلاً عبرانی کے "ابن" کا ترجمہ "بیٹا کردیا گیا" درانحالیکہ اس کے معنی بندہ اور غلام کے بھی آتے ہیں (تدبر قرآن ج۱ ص۲۰۸)۔

یہود تحریف کی ان تمام قسموں کے مرتکب ہوئے اور توریت ان تمام قسموں کی تحریفات سے بھری پڑی ہے۔

تحریف کے دلائل:

تحریف کی پہلی دلیل: توریت کا اختلافات اور تضادات سے پر ہونا۔

قرآن مجید نے قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کی ایک دلیل یہ دی ہے کہ "لو کان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافا کثیرا" (سورۃ النسا:۸۲)

اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی۔ اس پہلو سے توریت پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو اس کے مضامین باہم و گر متصادم نظر آتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

پہلی مثال:

توریت کے بیان کے مطابق دنیا میں رویت باری ممکن نہیں کتاب خروج میں ہے "اور یہ بھی کہا تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا کیونکہ انسان مجھے نہیں دیکھ سکتا"۔ (۲۰/۳۳)

جب کہ کتاب پیدائش میں ہے۔ " اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فنی ایل رکھا اور کہا میں نے خدا کو رو برو دیکھا تو بھی میری جان بچی رہی" (۳۱/۳۲)

اور خروج میں ہے "تب موسیٰ اور ہارون اور ندب اور ابیہو اور بنی اسرائیل کے ستر بزرگ اوپر گئے اور انہوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا"۔ (خروج ۹/۲۴)

دوسری مثال:

"سفر یسعیاہ" میں ذات خداوندی سے تھکاوٹ اور عاجزی کی نفی کی گئی ہے۔ "کیا تو نے نہیں سنا کہ خداوند خدائی ابدی و تمام زمین کا خالق تھکتا نہیں اور ماندہ نہیں ہوتا" (یسعیاہ ۲۸/۴۰)

جب کہ خروج میں خدا کے آرام کرنے اور تازہ دم ہونے کا تذکرہ ہے۔ "چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کر کے تازہ دم ہوا" (اصحاح ۱۷/۳۱)

تیسری مثال:

توریت کے بیان کے مطابق خدا رحیم ہے۔

خروج میں ہے۔ "خداوند خدائی رحیم اور مہربان قہر کرنے میں دھیما اور شفقت اور وفا

کرنے میں غنی ہزاروں پر فضل کرنے والا گناہ اور تقصیر اور خطا کا بخشنے والا" (۶/۳۴۔۷)

جب کہ حزقی ایل میں خدا کی جانب شدت و درشتی کی نسبت کی گئی ہے۔

"سو میں نے ان کو برے آئین اور ایسے احکام دیئے جن سے وہ زندہ نہ رہیں" (حزقی ایل ۲۵/۲۰)

چوتھی مثال:

ساؤل کی بیٹی کے تعلق سے سموئیل کے بیانات متضاد ہیں سموئیل باب ۲۳/۶ میں ہے۔ "سو ساؤل کی بیٹی میکل مرتے دن تک بے اولاد رہی" جب کہ سموئیل ہی میں آگے ہے۔ "اور ساؤل کی بیٹی میکل کے پانچوں بیٹوں کو جو برزلی محلاتی کے بیٹے عدری ایل سے ہوئے تھے لیکر ان کو جبعونیوں کے حوالہ کیا۔ (باب ۸/۲۱۔۹)

پانچویں مثال:

واقعہ ذبح جس مقام پر پیش آیا تھا اس کا نام ابراہیم علیہ السلام نے "یہوہ یری" رکھا پیدائش میں ہے۔ "اور ابراہام نے اس مقام کا نام "یہوہ یری" رکھا چنانچہ آج تک یہ کہاوت ہے کہ خداوند کے پہاڑ پر مہیا کیا جائے گا۔ (باب ۱۴/۲۲)

جب کہ خروج کے بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ کا یہ نام "یہوہ" ابراہیم علیہ السلام جانتے ہی نہ تھے۔ "پھر خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا میں خداوند ہوں اور میں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو خدائی قادر مطلق کے طور پر دکھائی دیا لیکن اپنا "یہوہ" نام سے ان پر ظاہر نہ ہوا" (۲/۶۔۳)۔

چھٹی مثال:

یہودی شریعت میں پھوپھی سے شادی حرام ہے۔ سفر احبار میں ہے: "اور اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے باپ کی قریبی رشتہ دار ہے" (۱۲/۱۸)

اور خروج میں عمران کے اپنی پھوپھی سے شادی کرنے کا تذکرہ موجود ہے۔

"اور عمران نے اپنے باپ کی بہن "یوکابد" سے بیاہ کیا اس عورت کے اس سے ہارون اور موسیٰ پیدا ہوئے"۔ (۲۰/۶)

ساتویں مثال:

بلعام کا واقعہ: بلعام خدا کے حکم سے موآبیوں کی جانب گیا تھا گنتی میں ہے۔

''اور خدا نے رات کو بلعام کے پاس آ کر اس سے کہا اگر یہ آدمی جو تجھے بلانے کو آئے ہوئے ہیں تو تو اٹھ کر ان کے ساتھ جا مگر جو بات میں تجھ سے کہوں اسی پر عمل کرنا تو بلعام صبح کو اٹھا اور اپنی گدھی پر زین رکھ کر موآب کے امراء کے ہمراہ چلا''۔ (۲۲/۲۰۔۲۱)

اور پھر اسی باب میں اسی سے متصل آیت میں ہے کہ موآبیوں کے امراء جانے سے خدا بلعام سے سخت ناراض ہو گیا۔ ''اور اس کے جانے کے سبب خدا کا غضب بھڑکا'' گنتی ۲۲/۲۲)

آٹھویں مثال:

خدا علیم و حکیم ہے نہ تو وہ اپنے فیصلوں پر نادم ہوتا ہے اور نہ ہی اپنے ارادوں کو بدلتا ہے اس کا ہر فیصلہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ گنتی میں ہے ''خدا انسان نہیں کہ جھوٹ بولے اور نہ وہ آدم زاد ہے کہ اپنا ارادہ بدلے''۔ (۲۳۔۱۹)

جبکہ پیدائش میں خدا کے نادم و شرمندہ ہونے کا تذکرہ ہے: ''تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا''۔ (باب ۶۔۷)

اور سموئیل میں ہے!

تب خداوند کا کلام سموئیل کو پہنچا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں نے ساؤل کو بادشاہ ہونے کے لئے مقرر کیا ہے کیونکہ وہ میری پیروی سے پھر گیا ہے اور اس نے میرا حکم نہیں مانا ہے۔ (سموئیل اول ۱۵/۱۰۔۱۱)

نویں مثال:

توریت میں صراحت مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پوری بنی نوع انسان برابر ہے۔ کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہیں جبکہ ''خروج'' میں بنی اسرائیل پر اس کی خصوصی عنایت و توجہ کا تذکرہ وارد ہے۔

''اور خدا نے بنی اسرائیل پر نظر کی اور ان کے حال کو معلوم کیا''۔ (۲/۲۵)

اور پیدائش میں ہابیل کو قابیل پر ترجیح دی گئی ہے۔ چند روز کے بعد یوں ہوا کہ قابیل

اپنے کھیت کے پھلوں کا ہدیہ خداوند کے واسطے لایا اور ہابیل بھی اپنی بھیڑ بکریوں کے کچھ پہلوٹھے بچوں کا اور کچھ ان کی چربی کا ہدیہ لایا اور خداوند نے ہابیل کو اور اس کے ہدیہ کو منظور کیا پر قابیل کو اور اس کے ہدیہ کو منظور نہ کیا''۔ (پیدائش باب ۴/۳۔۴)

دسویں مثال:

توریت کے مطابق خدا دلوں کے ارادوں اور نیتوں سے بھی واقف ہے۔ استثناء میں ہے: ''میں ان کے خیال کو جس میں وہ ہیں جانتا ہوں''۔ (۳۱/۲۱)

جبکہ توریت میں خدا کی جانب بعض ایسے اعمال کی نسبت کی گئی ہے جو اسکے علم کے ناقص و ادھورے ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً کتاب پیدائش کی یہ عبارت ملاحظہ ہو!

''اور خداوند اس شہر اور برج کو جسے بنی آدم بنانے لگے دیکھنے کو اترا''۔ (باب ۱۱/۵)

اور پیدائش میں ہے! ''پھر خداوند نے فرمایا چونکہ سدوم اور عمورہ کا شور بڑھ گیا اور ان کا جرم نہایت سنگین ہو گیا اس لیے میں اب جا کر دیکھوں گا کہ انہوں نے سراسر ویسا ہی کیا ہے جیسا شور میرے کان تک پہنچا ہے۔ اور اگر نہیں کیا تو میں معلوم کر لوں گا۔ (۱۸/۲۰۔۲۱)

گیارہویں مثال:

توریت میں یہ عام قاعدہ بیان ہوا: ''ولا تزر وازرۃ وزر اخری'' کوئی گنہگار دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھا پائے گا۔

استثناء میں ہے: ''بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے''۔ (باب ۲۴۔۱۶)

حزقی ایل میں ہے: ''بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ، صادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لئے''۔ (۱۸۔۲۰)

جب کہ اس کے برعکس خروج میں یہ وارد ہے!

''کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور ہوں اور جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ دادا کی بدکاری کی سزا دیتا ہوں''۔ (۲۰۔۵)

بارہویں مثال:

کتاب پیدائش باب الفقرہ رقم ۲۴ تا ۲۶ میں جانوروں اور چوپایوں کے بنائے جانے کے بعد انسان کی تخلیق کا تذکرہ ہے۔ جب کہ اسی کتاب کے دوسرے باب میں پہلے آدم علیہ السلام کی تخلیق اور پھر جانوروں اور پرندوں کی پیدائش کا تذکرہ وارد ہے۔ (۱۹/۲)

تیرہویں مثال:

توریت کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کو احکام عشرہ "پتھر کی تختیوں پر لکھ کر دیے گئے تھے۔ یہ احکام" استثناء اور خروج دونوں جگہ مذکور ہیں لیکن دونوں مقامات میں فرق ہے۔ تو آخر لکھی ہوئی چیز میں یہ اختلاف کیسے واقع ہو گیا۔ دو واضح اختلاف ملاحظہ ہو۔

الف:۔ استثناء میں ہے" تا کہ تیرا غلام اور تیری لونڈی تیری طرح آرام کرے" (۱۴/۵) جب کہ خروج میں الفاظ یوں ہے!" اور ساتویں دن آرام کیا اس لئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھرایا"۔ (۱۱/۲۰)

ب:۔ پڑوسیوں کے تعلق سے جو وصیت کی گئی اس کی اصل عبارت استثناء میں یوں ہے" تو اپنے پڑوسی کی بیوی کی لالچ نہ کرنا اور نہ اپنے پڑوسی کے گھر یا اس کے کھیت یا غلام یا لونڈی یا بیل یا گدھا یا اس کی کسی چیز کا خواہاں ہونا"۔ (۲۱/۵)

اور خروج میں" اس کے کھیت" کا تذکرہ نہیں ہے صرف غلام، باندی، بیل اور گدھے کا تذکرہ ہے۔ (۱۷/۲۰)

تحریف کی دوسری دلیل:

توریت میں موسیٰ علیہ السلام کے بعد کے امور و حادثات کا تذکرہ۔

پہلی مثال: کتاب پیدائش میں ہے۔

" اور اسرائیل آگے بڑھا اور عدر کے برج کی پرلی طرف اپنا ڈیرا لگایا" (۲۱/۳۵)۔ اور یہ بات معروف و مسلم ہے کہ "مجدل عدر" بیت المقدس کے میناروں میں سے ایک مینارہ کا نام ہے جسے اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے سات سو سال بعد بنایا تھا۔ (الیہودیہ والمسیحیہ ص ۱۵۷)

دوسری مثال:

سفر پیدائش میں ہے:۔" یہی وہ بادشاہ" ہیں جو ملک ادوم پر پیشتر اس سے کہ اسرائیل کا کوئی بادشاہ مسلط تھے" (۳۲/۳۶)

یہ فقرہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کتاب پیدائش بنی اسرائیل کے متعدد حکمرانوں کے گزر جانے کے بعد لکھی گئی۔

تیسری مثال:

کتاب استثناء میں موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا تذکرہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ فقرات الحاقی ہیں کیونکہ یہ بات مستبعد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام توریت میں اپنے انتقال اور تدفین کا ذکر کریں۔

" پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں۔۔ اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا اور نہ تو اس کی آنکھ دھندلانے پائی اور نہ اس کی طبعی قوت کم ہوئی۔ (باب ۳۴/۶۔۷)

تحریف کی تیسری دلیل:

توریت کے تینوں نسخوں عبرانی، یونانی اور سامری میں اختلافات کا پایا جانا۔

یونانی، عبرانی کا ترجمہ ہے اور سامری یہودیوں کے مشہور فرقہ سامرہ کا نسخہ ہے۔ ان تینوں کے بیانات جا بجا متعارض نظر آتے ہیں عبرانی اور سامری نسخہ میں چھ ہزار سے زائد مقامات پر اختلافات پائے جاتے ہیں۔

چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

پہلی مثال:

عبرانی میں ہے" موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ہارون اور موسیٰ علیہ السلام کو جنا" جبکہ سامری اور یونانی نسخہ میں عبارت یوں ہے کہ

" پھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ہارون اور موسیٰ اور ان دونوں کی بہن مریم کو جنا"

دوسری مثال:

توریت کے مذکورہ بالا تینوں نسخوں میں انبیاء کرام کی عمروں کا ایک جدول دیا جا رہا ہے جس میں بیان کی گئی انبیاء کرام کی عمروں میں پائے جانے والے تضادات توریت کے تحریف شدہ ہونے پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔

نام	عبرانی	سامری	یونانی
آدم علیہ السلام	۱۳۰	۱۳۰	۲۳۰
شیث	۱۰۵	۱۰۵	۲۰۵
آنوش	۹۰	۹۰	۱۹۰
قینان	۷۰	۷۰	۱۷۰
یارد	۱۶۲	۶۲	۲۶۲
متوشالح	۱۸۷	۶۷	۱۸۷
لامک	۱۸۲	۵۳	۱۸۸
تخلیق آدم تا طوفان	۱۶۵۶	۱۳۰۷	۲۲۶۲

نوح علیہ السلام کے زمانہ کی مقدار

تیسری مثال:

مشہور محقق عالم جے ڈبلو کولنزو (J.W. Colenso) نے واقعہ ذبح کی جگہ کے تعلق سے عبرانی اور یونانی نسخہ (سبعینیہ) کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کا پردہ یوں چاک کیا ہے۔

وہ مقام جہاں توریت میں یہ نام آیا ہے	عبرانی	یونانی
پیدائش ۲/۲۲	ملک مورہ	بلند زمین
پیدائش (۶/۱۲)	میدان مورہ	اونچے بلوط
استثناء (۳۰/۱۱)	میدان مورہ	اونچے بلوط کے قریب
قضاۃ (۱/۷)	جبل مورہ کے پاس	جبل مورہ کے پاس

(ذبیح کون ہے۔ علامہ حمید الدین فراہی، ص ۳۶)

تحریف کی چوتھی دلیل:

توریت کا مشرق وسطیٰ اور خصوصاً فلسطین میں آباد قوموں کو قتل کرنے کا حکم دینا۔

استثناء میں ہے! ''جب خداوند تیرا خدا تجھکو اس ملک میں جس پر قبضہ کرنے کے لیے تو جا رہا ہے پہنچادے ------- اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو ان کو مارے تو تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا'' (باب ۱/۷-۲)

فقرہ رقم ۱۶ میں ہے ''اور تو ان سب قوموں کو جنکو خداوند تیرا خدا تیرے قابو میں کر دے گا نابود کر ڈالنا تو ان پر ترس نہ کھانا''

ذات باری اور توریت:

توریت خدا کی وحدانیت کی قائل ہے۔ احکام عشرہ میں صاف صاف بت پرستی اور مورتی پوجا سے منع کیا گیا ہے۔ کتاب استثناء میں ہے!

''میرے آگے تو اور معبودوں کو نہ ماننا۔ تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ تو انکے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں''۔ (باب ۵/۷-۹)

توریت خدا کو علیم وخبیر مانتی ہے اور ان بہت ساری صفات سے متصف قرار دیتی ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے خود کو قرآن مجید میں متصف قرار دیا ہے۔

۱: وہ دلوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہے۔ استثناء میں ہے: ''میں انکے خیال کو جس میں وہ ہیں جانتا ہوں''۔ باب ۳۱/۲۲)

۲: ''فعال لما یرید''۔ اپنے ارادوں کو کر گزرنے والا ہے۔

۳: وہ عالم الغیب ہے۔ استثناء میں ہے! ''غیب کا مالک تو خداوند ہمارا خدا ہی ہے''۔ (۲۹/۲۹)

۴: خدا رحیم اور مہربان ہے۔ ''خداوند خداوند خدائے رحیم اور مہربان قہر کرنے میں دھیما اور شفقت

اور وفا میں غنی ہزاروں پر فضل کرنے والا"۔۔ (خروج ۳۴/۷)

۵: خطاؤں کو معاف کرنے والا ہے۔ "گناہ اور تقصیر اور خطا کا بخشنے والا"

۶: خدا کی عظمت و جلال کا توریت میں یوں تذکرہ کیا گیا ہے! "معبودوں میں اے خداوند تیرے مانند کون ہے؟ کوئی ہے جو تیری مانند اپنے تقدس کے باعث جلالی اور اپنی مدح کے سبب سے رعب والا اور صاحب کرامات ہے۔ (خروج ۱۵/۱۲)

"اے یسورون خدا کی مانند اور کوئی نہیں جو تیری مدد کے لیے آسمان پر اور اپنے جاہ و جلال میں افلاک پر سوار ہے، ابدی خدا تیری سکونت گاہ ہے"۔ (استثناء ۳۳/۲۷)

"وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ استثناء میں ہے! "میں ہی مار ڈالتا اور میں ہی جلاتا ہوں، میں ہی زخمی کرتا اور میں ہی چنگا کرتا ہوں اور کوئی نہیں جو میرے ہاتھ سے چھڑائے"۔ باب ۳۲/۳۹)

توریت اور تجسیم:

.توریت میں بعض مقامات پر خدا کی جانب ایسے امور کی نسبت کی گئی ہے جس سے اس کا مجسم ہونا لازم آتا ہے۔

پہلی مثال:

"اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا"۔ (کتاب پیدائش باب ۱/۲۷)

دوسری مثال:

علم و ادراک میں آدم علیہ السلام کو خدا کے مانند قرار دیا گیا ہے کتاب پیدائش میں ہے!" اور خداوند نے کہا دیکھو انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کے مانند ہو گیا، اب کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنا ہاتھ بڑھائے اور حیات کے درخت سے بھی کچھ لے کر کھائے اور ہمیشہ جیتا رہے"۔ (باب ۳/۲۲)

تیسری مثال:

خروج صموئیل اور سلاطین میں ہے!" خدا تعالیٰ بدلی میں اترا اور خیمہ کے دروازہ پر کھڑا رہا اور اسکے منہ سے آگ اور نتھنوں سے دھواں نکلا اور وہ ایک کروبی پر سوار ہو کر اڑا اور اسرائیل کے ستر لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ساتھ خدا کو (کرسی پر بیٹھے) دیکھا اور کھایا پیا

اور اس کا لباس برف سا سفید اور اسکے سر کے بال صاف ستھرے اون کی مانند تھے"۔

صفات نقص: توریت میں خدا کی بعض ایسی صفات بیان ہوئی ہیں جو اس کی ذات سے کمال کی نفی کرتی ہیں۔ اس قبیل کی چند صفات ملاحظہ ہوں۔

۱: **تھکان** یہودیوں کا گمان ہے اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں تخلیق کائنات کی تکمیل کی اور ساتویں دن آرام کیا۔ کتاب خروج میں ہے!

"چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کر کے تازہ دم ہوا" (باب ۳۱/۱۷)

قرآن مجید کی اس آیت میں اس عقیدہ کی تردید کی گئی ہے۔

"ولقد خلقنا السماوات والارض وما بينهما في ستة أيام وما مسنا من لغوب"

"ہم نے زمین اور آسمانوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کسی بھی قسم کی کوئی تھکان لاحق نہ ہوئی"۔

۲: **جہالت:** یہودیوں نے خدا کو جہالت سے متصف قرار دیا ہے۔

خروج کے وقت اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ہدایت کی تھی کہ وہ قربانی کر کے اسکے خون کو اپنے دروازوں کی چوکھٹ اور اس کے دونوں بازوؤں پر لگائیں تاکہ جب میں مصریوں کو ہلاک کرنے کے لیے آؤں تو تمہارے گھروں کو لگا ہوا خون دیکھ کر پہچان سکوں۔ کتاب خروج میں ہے۔

"خداوند اوپر کی چوکھٹ اور دروازہ کے دونوں بازوؤں پر خون دیکھے گا تو وہ اس دروازہ کو چھوڑ جائے گا اور ہلاک کرنے والے کو تم کو مارنے کے لئے گھر کے اندر آنے نہ دے گا" (باب ۱۲/۲۳)

خدا عالم الغیب ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ارشاد باری ہے! "عالم الغيب لا يعزب عنه مثقال ذرة في السموات ولا في الارض ولا أصغر من ذلك ولا أكبر الا في كتاب مبين"۔

۳۔ **ندامت و شرمندگی:**

توریت کے بعض مقامات پر خدا کی جانب ندامت و شرمندگی کی نسبت کی گئی ہے۔ "تب خداوند نے اس برائی کے خیال کو چھوڑ دیا جو اس نے کہا تھا کہ اپنے لوگوں سے کرے گا"۔ (کتاب

خروج ۳۲/۱۲)

قرآن مجید میں اس کی یوں نفی کی گئی ہے: "لا یسئل عما یفعل وھم یسألون" اس سے نہیں پوچھا جاتا اس چیز کے متعلق جو وہ کرتا ہے درانحالیکہ ان انسانوں سے ان کے عمل کی بابت پوچھا جائے گا۔

۴۔ زمین پر خدا کا چلنا۔

یہودیوں کا گمان ہے کہ مصر سے نکلنے کے وقت خدا تعالیٰ بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لئے بادلوں کی اوٹ میں ان کے آگے آگے جا رہے تھے۔

"اور انہوں نے سکات سے کوچ کر کے بیابان کے کنارے ایتام میں ڈیرا کیا اور خداوند ان کو دن کو راستہ دکھانے کے لئے بادل کے ستون میں اور رات کو روشنی دینے کے لئے آگ کے ستون میں ہو کر ان کے آگے آگے چلا کرتا تھا تا کہ وہ دن اور رات دونوں میں چل سکیں" (باب ۱۳/۲۲)

سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ کی ذات اس نقص سے پاک ہے وہ اپنے عرش پر جلوہ افروز ہے۔ کسی کی مدد و تائید اور رہنمائی کے لئے اس کا ایک اشارہ کافی ہے۔

۵۔ خدا کا یعقوب علیہ السلام سے کشتی لڑنا۔

کتاب پیدائش میں ہے کہ یعقوب سے صبح صادق تک تمام رات خدا کشتی لڑتا رہا اور صبح کو جب جانا چاہا تو یعقوب نے بغیر برکت کے لئے جانے نہ دیا۔ (پیدائش باب ۳۲/۲۳)

اور باب اول فصل سوم مفتاح الاسرار میں پادری فنڈر صاحب اس کشتی لڑنے والے کو خدا تعالیٰ کہتے ہیں۔ (تفسیر حقانی، مقدمہ: ۱۸۳)

۶۔ عاجزی و درماندگی:

کتاب پیدائش میں لکھا ہے: جب خداوند تعالیٰ زمین پر انسان پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہوا" (باب ۶، ۵/۶)

یہ تصور خدا تعالیٰ کے جاہل اور عاجز ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (تعالی اللہ عن ذٰلک عما یقولون)

۷۔ دنیا میں خدا کا دیدار: یہودیوں کا گمان ہے کہ یعقوب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے علاوہ بنی اسرائیل کے ستر بزرگوں نے بھی خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

چند آیات ملاحظہ ہوں۔

۱: کتاب خروج کے باب ۲۴ اور کتاب اول سلاطین کے باب ۲۲ وغیرہ میں ہے۔

"اور اسرائیل کے ستر لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون کے ساتھ خدا کو (کرسی پر بیٹھے) دیکھا اور کھایا پیا اور اس کا لباس برف سا سفید اور اس کے سر کے بال صاف ستھرے اون کی مانند تھے"۔

۲: کتاب پیدائش میں یعقوب علیہ السلام کا یہ قول منقول ہے! "میں نے خدا کو روبرو دیکھا تو بھی میری جان بچی رہی"۔ (باب ۳۲/۳۱)

۳: خروج میں ہے! "خداوند روبرو ہو کر موسیٰ سے باتیں کرتا تھا"۔ (باب ۳۳/۱۱)

رویت باری اور دیدار الٰہی کا شوق یہودیوں کے متقدمین کے اندر بے حد پایا جاتا تھا۔ انکی بڑی شدید خواہش تھی کہ کاش وہ خدا کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھ لیتے۔ قرآن مجید نے انکی اس خواہش کا یوں تذکرہ کیا ہے!

"واذ قلتم یا موسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ فأخذتکم الصاعقۃ و انتم تنظرون"۔

"اور یاد کرو جب تم لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ موسیٰ ہم اس وقت تک آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم اللہ کو روبرو نہ دیکھ لیں۔ پس تمہارے اس مطالبہ پر زوردار کڑک نے تمہیں گھیر لیا درانحالیکہ تم دیکھ رہے تھے"۔

بعد میں یہودیوں نے جب دوبارہ تورات کی تدوین کی تو اس خواہش کو عملی روپ میں پیش کر دیا۔

۸: خدا کی جانب نسیان کی نسبت:

خروج میں ہے! "پھر خدا نے موسیٰ سے کہا میں خداوند ہوں اور میں ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کو خدائی قادر مطلق کے طور پر دکھائی دیا لیکن اپنا یہوہ نام سے ان پر ظاہر نہ ہوا اور میں نے ان کے ساتھ اپنا عہد بھی باندھا ہے کہ ملک کنعان جو انکی مسافرت کا ملک تھا اور جس میں وہ پردیسی تھے انکو دوں گا اور میں نے بنی اسرائیل کے کراہنے کو بھی سن کر جن کو مصریوں نے غلامی میں رکھ چھوڑا

ہے اپنے اس عہد کو یاد کیا ہے"۔ (باب ٦/٢/٦)

ان باطل صفات سے خدا کو متصف قرار دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ فقرات الحاقی ہیں اور یہ کہ تورات میں رد و بدل ہوا ہے۔ غور کیجئے وہ کتاب جو الہامی ہو۔ خدا کی جانب سے نازل شدہ جن الفاظ میں موجود ہو، کیا اس میں ذات باری کی جانب صفات عیب کی نسبت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جملہ صفات عیب سے منزہ اور انکی ذات صفات کمال سے متصف ہے۔ میرا یہ خیال ہے کہ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے بنی اسرائیل سے مخصوص تعلق اور بنی اسرائیل کو خدا کا چہیتا اور محبوب ثابت کرنے کے لیے ایسے امور کی نسبت ذات باری کی جانب کر دی جن سے انکے ساتھ خدا کی خاص عنایت اور تعلق کا اثبات ہو۔ البتہ ان امور کی نسبت کے دوران خدا کی ذات پر آنے والے حرف کی جانب ان کی نگاہ نہ پڑی۔

جیسے بنی اسرائیل کی سرکشی پر خدا کی گرفت کے بعد خدا کی جانب ندامت کی نسبت بنی اسرائیل سے مخصوص تعلق کو ثابت کرنے کے لیے ہی کی گئی ہے اور یہی حال مذکورہ بالا تمام امور کا ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کا ایک خاص نام بھی دریافت کر لیا جو ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام بھی نہیں جانتے تھے۔ جس کا اظہار پہلی بار بنی اسرائیل کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کیا گیا۔ (دیکھئے خروج ١٥/٣) تاکہ اس مخصوص نام "یہوہ" کے فیوض و برکات سے صرف بنی اسرائیل فائدہ اٹھائیں۔ اسی نظریے کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

"قل یا أیها الذین هادوا ان زعمتم أنکم اولیاء لله من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین. ولن یتمنونه ابدا بما قدمت أیدیهم والله علیم بالظالمین"

کہہ دیجئے اے نبی! اے وہ لوگو جنہوں نے یہودیت اختیار کر لی ہے اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ دوسروں کے مقابلے صرف تمہیں لوگ اللہ تعالیٰ کے چہیتے ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو۔ اور یہ لوگ ہرگز موت کی تمنا نہیں کر سکتے اپنی بداعمالیوں کی بناء پر اور اللہ ظالموں سے خوب باخبر ہے۔

تعارف کتب

اسلامی مصادر کا تعارف

(٧) ڈاکٹر عبدالوہاب ابراہیم ابوسلیمان

عقیدہ سلف کے مصادر:

(١) الفقہ الاکبر: الامام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (١٥٠ھ)

مختصر اسلوب اور عمدہ انداز بیان میں انتہائی سادگی کے ساتھ اسلامی عقائد کو پیش کیا گیا ہے۔ فلسفیانہ اسلوب اور تنگ عبارت سے پوری کتاب خالی ہے۔ یہ اصلاً توحید و عقیدہ کی کتاب ہے "فقہ اکبر" نام رکھ کر اس جانب خصوصی اہتمام و توجہ مبذول کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

آغاز میں ارکان ایمان اور صفات الٰہی سے بحث کی گئی ہے پھر قرآن مجید کے تعلق سے سلف کے مسلک پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پھر انبیاء اور عصمت انبیاء کا تذکرہ ہے۔ آپ ﷺ کی صفات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے پھر صحابہ کرام ان کے مراتب، معجزات و کرامات اور رویت باری کے علاوہ اخیر میں آپ ﷺ کی ذریت کی تفصیلات درج ہیں۔

(٢) کتاب النقض علی بشر المریسی: "عثمان بن سعید الدارمی (٢٩٣ھ)

اس کتاب میں فرقہ جہمیہ کے باطل افکار و عقائد اور ان کے دلائل کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اور انکے استدلال و استنباط کی کمزوریوں اور لچرپن کی جانب بہترین اسلوب اور عمدہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

امام ابن القیم الجوزیہ لکھتے ہیں: "عقیدہ کے باب میں یہ کتاب انتہائی نافع اور مفید کتاب ہے۔ اور اس باب میں سلف کے مسلک کو جاننے کا بہترین مرجع ہے اسی لیے امام ابن تیمیہ اس کتاب کو پڑھنے کی بے حد تلقین اور اس کی بے حد تعظیم کرتے ہیں۔

اس کتاب میں توحید ربوبیت و توحید الاسماء و الصفات کے عقلی و نقلی دلائل کا بھرپور تذکرہ کیا گیا ہے۔

(٣) کتاب التوحید و اثبات صفات الرب عزوجل: محمد بن اسحاق بن خزیمہ (٣١١ھ)

قضاء و قدر کے دلائل نیز صفات الٰہی کے قرآنی اور حدیثی دلائل کو یکجا کیا گیا ہے۔ مقصد تالیف پر مؤلف نے یوں روشنی ڈالی ہے۔

"ان دونوں ابواب میں اہل سنت والجماعت کا کیا مسلک ہے ان دلائل سے قاری کے

سامنے ان کی حقانیت اور فرق باطلہ کے عقیدہ کا بطلان بخوبی ظاہر ہو جائے گا"۔

(۴) العقیدۃ الطحاویۃ: ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن عبدالملک الازدی الطحاوی (۳۲۱ھ)

عقیدہ سلف کا انتہائی اختصار کے ساتھ آسان اسلوب میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ جملے بالکل سادہ مختصر اور ہلکے ہیں ان کا حفظ کرنا انتہائی آسان ہے۔

اس متن کی اسی اہمیت کے پیش نظر متعدد علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں اس کی سب سے جامع اور مفید شرح "شرح العقیدۃ الطحاویۃ" ہے۔ اس کے مؤلف غیر معروف ہیں اس شرح میں عقیدہ سلف کے دلائل، فرق باطلہ کے عقائد و دلائل کا تجزیاتی و تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

ابن القیم اور امام ابن تیمیہ کی کتابوں سے شارح نے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

(۵) کتاب الاسماء والصفات: ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی (۴۵۸ھ) منصوص اسماء باری اور صفات الٰہی کا استقصاء کرنے کی کوشش کی ہے نیز ہر اسم اور صفت کا مفہوم و مدعا بھی واضح کیا ہے۔

(۶) المعتمد فی اصول الدین۔ محمد بن الحسین محمد بن خلف بن احمد بن الفراء ابویعلیٰ البغدادی الحنبلی (۴۵۸ھ)۔

متکلمین کے اسلوب تحریر میں مؤلف نے عقیدہ کے باب میں متعدد شبہات کو پیش کر کے ان کا ابطال کیا ہے۔ بعض گمراہ فرقوں کا انتہائی تفصیل سے جائزہ لیا ہے جیسے روافض، امامیہ، دھریہ، مرجئہ، کرامیہ، قدریہ، معتزلہ کے پانچوں اصولوں اور فرقہ سالمیہ کے جملہ شبہات کا عمدہ انداز میں جائزہ لیا ہے۔ اسلوب بیان انتہائی واضح ہے۔

(۷) کتاب منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ القدریۃ: ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم الشہیر ابن تیمیہ الحرانی (۷۲۸ھ)۔

اس کتاب میں مؤلف نے "منہاج الاملۃ" کے دلائل و شبہات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کا نام "منہاج الندامۃ" رکھنا زیادہ موزوں ہے۔ آپ نے شیعہ کے معتقدات اور ان کے مثالب و اخطاء کا تذکرہ کرتے ہوئے امامت علی اور ائمہ اثنا عشر کے وجوب اتباع کے دلائل کا بطلان واضح کیا ہے۔ اور اس کتاب میں مذکور امامت کے تعلق سے شبہات کا تفصیلی جواب دیا ہے۔ اور ان کے سقم و ضعف کی جانب بڑے ہی عمدہ انداز میں اشارہ کیا ہے۔

(۸) بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول: احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ الحرانی (۷۲۸ھ)

مؤلف نے فلاسفہ اور منحرف فرقوں کے عقائد کا بھرپور جائزہ پیش کیا ہے اور جا بجا عقل و نقل کے درمیان مکمل توافق و تطابق کو ثابت فرمایا ہے۔

(۹) قاعدہ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ: احمد بن عبدالحلیم عبدالسلام بن تیمیہ الحرانی (۷۲۸ھ)

مشروع توسل، شفاعت اور دعا نیز ہر ایک کی شرطوں اور موانع پر دلائل کی روشنی میں جائزہ لیا ہے۔ اور توسل و شفاعت کے باب میں در آئی بدعات و خرافات پر بھی گفتگو کی ہے۔

(۱۰) الفتویٰ الحمویۃ الکبریٰ، ابن تیمیہ۔

اس کتاب میں صفات الٰہی پر علمی انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ یہ در حقیقت ۶۹۸ھ میں ابن تیمیہ کے پاس صفات الٰہی کے باب میں آئے ایک استفتاء کے پس منظر میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کے سبب آپ پر آزمائشوں کا ایک سیلاب امنڈ پڑا۔

(۱۱) شرح حدیث النزول، ابن تیمیہ:

دو افراد حدیث نزول کے تعلق سے جھگڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے ایک نزول کی نفی کر رہا تھا اور دوسرا اس کو ثابت کر رہا تھا چنانچہ اس پس منظر میں آپ نے حدیث نزول کی سلف کے اقوال کی روشنی میں تشریح کی اور صفت نزول کے تعلق سے جہمیہ اور معطلہ کے اٹھائے گئے جملہ اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیا۔

(۱۲) مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ:

اس کے پہلے جزء میں توحید اور اس کی قسمیں، عبادات اور اس کی اقسام، شرک اور اس کی اقسام پر مفصل گفتگو کی گئی ہے۔ دوسرے جزء میں وجود الٰہی کے دلائل اور فلاسفہ کے دلائل کا ابطال کیا گیا ہے۔ اور تیسرے جزء میں ارکان ایمان صحابہ کرام اور انکے مشاجرات پر گفتگو کی گئی ہے۔ چوتھے جزء میں سلف اور خلف کے عقائد میں واضح فرق، بدعتوں کے ظہور کے سبب علوم سلف کی فضیلت، روح کے مسائل، جنوں کے مکلف ہونے کا مسئلہ، ثواب و عتاب اور برزخ پر گفتگو کی گئی ہے۔ فرقہ اسماعیلیہ اور فرقہ دروز پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ خوارج کے عقائد کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اور فتاویٰ کے پانچویں جزء میں توحید الاسماء والصفات پر مفصل گفتگو کی گئی ہے۔ اہل تاویل اور اہل تخییل

کے مواقف اور انکے دلائل کا ابطال کیا گیا ہے۔

چھٹے جزء میں عرش الٰہی کی کیفیت، عرش اور کرسی کے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ ساتویں جزء میں ایمان اور اسلام کے درمیان فرق، مرجئہ، خوارج، جہمیہ کے مسالک اور انکے دلائل کا ابطال کیا گیا ہے۔ آٹھویں جزء میں قضاء اور قدر کے مسائل پر بھرپور بحث کی گئی ہے۔

(۱۲) العلو للعلی الغفار فی صحیح الاخبار و سقیمھا: شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الدمشقی، (الذہبی) (۷۴۸ھ)

"مسئلہ علو" کے باب میں وارد جملہ دلائل کا آپ نے استقصاء کیا ہے۔ اسراء و معراج کی تفصیلات، صفت علو میں جہمیہ کے دلائل کا محاکمہ کیا گیا ہے۔

(۱۳) شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل: شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم الجوزیہ (۷۵۱ھ)

مسئلہ قضاء و قدر کے باب میں لوگوں کے مختلف الرائی اور متبع الاھواء ہونے کی بناء پر آپ نے اس مسالہ پر قلم اٹھایا اور تیس ابواب میں اس کتاب کو آپ نے تقسیم کیا ہے۔ قدر کے مراحل، اقسام، جبریہ اور قدریہ سے ہوئے بعض مناظروں کا بھی تذکرہ ہے۔ حکمت الٰہی کے اسرار و رموز کی توضیح کے ساتھ ساتھ قضاء و قدر کے باب میں سلف کے موقف کی بہترین انداز میں تشریح کی گئی ہے۔

(۱۴) العقیدۃ النونیۃ (الکافیۃ الشافیۃ فی الانتصار للفرقۃ الناجیۃ): ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب المعروف بابن قیم الجوزیہ۔

یہ قصیدہ چھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔

اس قصیدہ میں مولف نے صفات الٰہی کے متعلق باطل فرقوں کے ہر ہر شبہ کا تفصیلی جواب دیا ہے۔ نیز توحید انبیاء کا تعارف اور توحید ملاحدہ کا ابطال کیا گیا ہے"۔ قصیدے کے آغاز میں نثر میں عقیدہ اہل سنت والجماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

(۱۵) کتاب حادی الارواح الی بلاد الافراح: شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم الجوزیہ۔

اس کتاب میں جنت کے وجود کے دلائل، اور اس کے مخالفین کے شبہات کا محاکمہ کیا گیا

ہے۔ جنت کے اوصاف و منازل اور رویت باری پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اہل جنت سے خدا کی گفتگو، جہنم و جنت کی ابدیت پر بھی تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

(۱۶) ہدایۃ الحیاری من اجوبۃ الیہود والنصاری، ابن قیم الجوزیۃ:

بعثت نبوی کے وقت لوگوں کی اخلاقی اور مذہبی لحاظ سے کیا حالت تھی۔ آپ نے اس نقطہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے، اور بتایا ہے کہ اس وقت دو طرح کے لوگ تھے ایک اہل کتاب اور ایک زنادقہ جنکے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔ چونکہ ان دونوں گروہوں کے بعض افراد نے دین اسلامی اور محمد عربی ﷺ کی رسالت پر طعن و تشنیع کا سلسلہ جاری رکھا تھا لہذا آپ نے رسالت محمدیہ کے دلائل فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ان گروہوں کے عقائد کے فساد و بطلان اور ان کی کتابوں میں در آئی تحریف پر بھی گفتگو کی ہے۔ اور پھر ان کے سامنے ابدی سعادت کے حصول کے راستہ کی رہنمائی فرمائی ہے۔

(۱۷) الصواعق المرسلۃ علی الجہمیۃ والمعطلۃ ابن قیم الجوزیۃ:

سلفی عقیدے کی تشریح اور باطل فرقوں کے شبہات کے ازالے پر لکھی جانے والی بے نظیر کتاب ہے۔ عقلی و نقلی دلائل اور ائمہ کے اقوال کی روشنی میں باطل فرقوں کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ فلاسفہ اور جہمیہ کے نصوص قرآن سے استدلال میں واقع کجی و زیغ سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور مجاز کی نفی کی گئی ہے۔ نیز صفات الٰہی کے باب میں جہمیہ کے دلائل و شبہات کا تفصیلی محاکمہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی تلخیص محمد بن الموصلی نے کی ہے۔

(۱۸) مفتاح دار السعادۃ و منشور ولایۃ العلم والارادۃ۔ شمس الدین محمد بن ابی بکر:

اس کتاب میں علم کی فضیلت، صانع کا اثبات، شریعت کی اہمیت و فضیلت مقام نبوت اور اس کی ضرورت، کہانت، فال وغیرہ امور پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

(۱۹) لوامع الانوار البہیۃ و سواطع الاسرار الاثریۃ بشرح الدرۃ المضیۃ فی عقد الفرقۃ المرضیۃ:

محمد بن احمد السفارینی الاثری۔

مؤلف نے خود ہی سلف کے عقائد پر دو سو سے زائد اشعار "الدرۃ المضیۃ فی عقد الفرقۃ المرضیۃ" کے نام سے منظوم کئے اور پھر ان کی شرح لوامع کے نام سے لکھی۔

(۲۰) کتاب التوحید محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی التمیمی: (۱۲۰۶ھ)

اس کلام کے فلسفے سے خالی بالکل صاف و سادہ اسلوب میں اسلامی عقیدہ کو پیش کیا گیا ہے انداز بیان سادہ، کتاب و سنت کے دلائل بھرپور ہیں۔ ہر موضوع کے تحت وارد آثار ذکر کرنے کے بعد ان سے ماخوذ و مستنبط مسائل ذکر کرتے ہیں۔

فقہ وفتاویٰ

ابوطوبیٰ فلاحی

سوال: کسی مندر یا چرچ میں مزدوری کرنا کیسا ہے؟

جواب: کسی مسلمان کے لیے کسی مندر یا چرچ میں نوکری یا یومیہ اجرت پر مزدوری کرنا حرام ہے کیونکہ وہ اپنے اس عمل کے ذریعہ باطل کی تائید کرنے اور کفار و مشرکین کی باطل پر مدد کرنے والا ہوگا۔ لہٰذا اس کی کمائی شرعاً حرام ہوگی جس سے اجتناب ہر مسلم پر لازم ہے۔

سوال: کیا غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

جواب: کسی غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا درست نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی اجنبی عورت سے مصافحہ نہیں کیا ہے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر جب آپ ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی تو گفتگو وکلام کے ذریعہ ان سے بیعت لی۔ نیز مصافحہ کرنے سے انسان کے فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ خصوصاً اس وقت جب عورت جوان اور خوبصورت ہو۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو فتنہ و آزمائش میں ڈالنے والے اسباب وعوامل سے بھی دور رکھتا ہے اور شرک تک لے جانے والے دروازوں کو بھی بند کرنا چاہتا ہے اور چونکہ اس عمل سے زنا جیسے قبیح عمل کا داعیہ پیدا ہو سکتا ہے لہٰذا کسی مسلمان کے لئے کسی اجنبی عورت سے مصافحہ کرنا حرام ہوگا۔

سوال: دسہرہ اور ہندوؤں کے دیگر تہواروں میں سجاوٹ وغیرہ میں کیا مسلم مزدور حصہ لے سکتا ہے۔

جواب: دسہرہ یا ہندوؤں کے دیگر میلوں اور مذہبی تقریبات میں سجاوٹ یا اس طرح کا کوئی بھی کام کرنا جس سے ان کے معبودوں کی رونق میں اضافہ ہو جائز نہیں کیونکہ اس سے شرک کی تائید ہوگی۔ اور شرک کی تائید کسی بھی پہلو سے کرنا از روئے شریعت حرام ہے۔ مؤمن کو بت فروش نہیں بت شکن ہونا چاہئے۔

سوال: کیا پتلون پہننا جائز ہے؟

جواب: پتلون ایک غیر اسلامی اور ناموزوں لباس ہے۔ اس سے احتراز ہر مومن کے لیے لازم ہے۔ اس کی حرمت کے دلائل درج ذیل ہیں۔ اسلام ایک مکمل اور ہمہ گیر نظام حیات ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ اس کے متبعین کی الگ شناخت ہو۔ چنانچہ تہذیب، تمدن، رہن سہن اور لباس کے باب میں یہود و نصاریٰ او

مشرکین کی مخالفت شریعت کا مقصود ہے۔ یہودیوں کی مخالفت کے پیش نظر ہی آپ ﷺ نے ارسال سے منع فرمایا۔ جوتے پہنے نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ سحری کرنے اور افطار میں جلدی کرنے کی ترغیب دی۔ ''پتلون اطالوی یعنی اٹلی کے عیسائی بزرگ پاٹلون (Pantaleon) کی تقلیب ہے۔ اطالوی ڈراموں میں اس بزرگ کے مشابہ کرداروں کا یہی نام ہوا کرتا تھا اور ان کا امتیازی پہناوا تنگ پاجامہ تھا۔ تیرگیٔ زمانہ ہے کہ ان عیسائی سنت کو اپنے جامے کے جامے میں قبولیت عام حاصل ہوئی''۔

(اردو اخباروں کے چند الفاظ ---- ڈاکٹر ف۔ عبدالرحیم)

لہٰذا اس کا استعمال تشبہ بالنصاریٰ کے عموم میں داخل ہوگا اور یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔ ارشاد رسول ﷺ ہے: "من تشبه بقوم فهو منهم" جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

۲: پتلون (جینس) سے ہر ہر عضو کی نمائش ہوتی ہے جس سے ہم جنس پرستوں کے اندر لواطت کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور پھر یہ داعیہ اسے لواطت کی جانب لے جاتا ہے اور ہر وہ چیز جو کسی حرام عمل کی جانب لے جائے وہ بھی حرام ہوگی۔ شراب کی حرمت کے ساتھ شراب کے برتنوں کی حرمت کی آخر کیا یہی مصلحت نہ تھی؟ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ آغاز میں ان برتنوں کو استعمال کرنے سے اس لیے روکا گیا کہ اس سے شراب کی یاد تازہ ہو جاتی اور دوبارہ پینے کا داعیہ پیدا ہوتا۔ لیکن بعد میں جب یہ اندیشہ باقی نہ رہا تو اس کے استعمال کی اجازت دے دی گئی۔

۳: شریعت نے تنگ و چست لباس پہننے والوں کو سخت وعیدیں سنائی ہیں۔ تنگ سے مراد ہر وہ لباس جو چھوٹا ہونے کی بناء پر ستر کو نہ ڈھانک سکے۔ یا چست ہونے کی بناء پر پورے ستر کی اس طرح نمائش ہو رہی ہو۔ چست اور تنگ پاجامے بھی اس میں داخل ہیں۔

Azamgarh (U.P.)

جامعہ کے لیل ونہار

ادارہ

توسیعی لکچر:۔

جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، ناظم المعہد العالی حیدرآباد، ۲۹/۳/۲۰۰۷ء کو منتظم جامعہ کی درخواست پر جامعہ تشریف لائے۔ اور آپ نے ابوالیث ہال میں "جدید فقہی مسائل اور ان کے حل" پر بصیرت افروز خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا: "اسلامی احکام کی بنیاد عدل پر ہے۔ عدل کے معنی آتے ہیں "وضع الشئی فی محلہ" یعنی ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھنا۔ ہر گروہ پر اس کی صلاحیتوں کے لحاظ سے بوجھ ہو اور اس کی ضرورتوں کے لحاظ سے اس کے حقوق متعین ہوں یہی عدل ہے۔ نئے مسائل بنیادی طور پر دو طرح کے ہیں۔ (۱) نئے وسائل وذرائع کے پیدا ہونے کی وجہ سے پیدا شدہ مسائل (۲) وہ مسائل جو خاص عہد کے لحاظ سے دیے گئے تھے۔ لیکن آج اگر اس حکم پر جمود اختیار کیا جائے تو عدل مفقود ہو جائے گا۔

احوال وظروف کے لحاظ سے احکام کی تبدیلی کی مثالیں بے شمار ہیں۔ قرآن وحدیث میں آپ احکام کی تبدیلی محسوس کریں گے کہ بعض دفعہ زمانے کی تبدیلی کے لحاظ سے احکام بدل جاتے ہیں۔ شروع میں جب شراب حرام قرار دی گئی تو ان برتنوں کو بھی حرام قرار دیا گیا جن میں لوگ اب تک شراب پیتے تھے کہ کہیں ان کے استعمال سے شراب کی ترغیب نہ پیدا ہو جائے لیکن جب شراب کی حرمت لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو گئی تو آپ نے ان برتنوں کو استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔ زمانے کی تبدیلی کی وجہ سے احکام میں تبدیلی ایسے احکام میں ہوگی جو نص قطعی سے ثابت نہ ہوں۔

زمانے کے علاوہ مکان اور جگہ کی تبدیلی سے بھی احکام میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ جب تک آپ ﷺ مکہ میں تھے تو مسلمانوں کی الگ شناخت وپہچان کی خاطر آپ نے ٹوپی پر عمامہ باندھنے کا حکم دیا کیونکہ مشرکین صرف عمامہ باندھتے تھے یا صرف ٹوپی پہنتے تھے۔ لیکن مدینہ آنے کے بعد آپ ﷺ نے جب یہ دیکھا کہ اہل مدینہ ٹوپی نہیں استعمال کرتے تو آپ ﷺ نے تینوں صورتوں کی اجازت مرحمت فرما دی مکہ میں مشرکین مانگ نکالتے تھے ان کی مخالفت میں مانگ نکالنے کی ممانعت تھی۔ مدینہ میں یہودی ارسال کرتے تھے مانگ نہیں نکالا کرتے تھے اس لئے یہاں آپ نے یہودیوں کی مخالفت میں مانگ نکالنے کا حکم دیا اور ارسال سے منع فرمایا۔

کبھی کبھی افراد واشخاص کے لحاظ سے بھی احکام [illegible] ایک شخص کے لئے موزوں ہو سکتا ہے جب کہ دوسرے کے لئے [illegible] ابوبکر صدیق نے اپنا پورا اثاثہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔ [illegible] صحابی نے پوری املاک کی پیش کش کی تو آپ نے قبول نہ فرمایا اور نصف کی [illegible] ایک تہائی کو قبول فرمایا اور اس پر بھی یہ فرمایا کہ "الثلث کثیر" ایک تہائی کی رقم بھی زیادہ ہے۔

متعدد مواقع پر آپ ﷺ سے صحابہ نے دریافت کیا کہ کون سا عمل افضل ہے تو آپ نے ہر شخص کے لحاظ سے الگ الگ جواب دیا۔ کسی کو جہاد فی سبیل اللہ کسی کو "مسکینوں کو کھلانا" کسی کو "پابندی وقت کے ساتھ نمازوں کی ادائیگی" اور کسی کو سلام کو عام کرنا افضل ترین عمل بتایا۔ لوگوں کے حالات کے لحاظ سے آپ نے اس کے حق میں افضل ترین عمل کا ذکر فرمایا۔

مذکورہ بالا واقعات سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ اشخاص اور احوال کے لحاظ سے احکام میں تبدیلی ہوتی ہے اور شریعت نے اس کا لحاظ کیا ہے۔ اسی لئے فقہاء نے یہ قاعدہ وضع کیا "لا ینکر تغیر الاحکام بتغیر الاحوال"۔ احوال کے بدلنے سے احکام کی تبدیلی مستنکر نہیں۔ احوال میں تبدیلی کے بنیادی عوامل تین ہیں۔

(۱) اخلاقی انحطاط (۲) سیاسی حالات کا فرق (۳) عرف کی تبدیلی

اخلاقی انحطاط کے لحاظ سے تبدیلی کی مثال: درزی کے پاس اگر آپ نے کوئی کپڑا دیا تو وہ اس کا امین ہوگا اور اگر وہ کپڑا کاریگر کی زیادتی کے بغیر ضائع ہو گیا تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ لیکن حضرت علیؓ نے اپنے عہد میں محسوس کیا کہ اگر اس اصول کو باقی رکھا گیا تو کاریگر کپڑا رکھ کر کہہ دے گا کہ وہ ضائع ہو گیا لہذا آپ نے یہ اصولی حکم صادر فرمایا کہ درزی کپڑے کا ضامن ہوگا اور اس امر کی تحقیق نہیں کی جائے گی کہ اس کی کوتاہی کا دخل تھا کہ نہ تھا۔

سیاسی حالات کے بدلنے کے لحاظ سے بھی احکام بدل جاتے ہیں۔ جیسے امیر کا انتخاب مشورہ سے ہوگا لیکن اگر کوئی ظالم بزور قوت خلیفہ بن بیٹھے اور اس کو ہٹانے کی سکت عام [illegible] پار ہے ہوں تو ایسی صورت میں اس کی امارت شرعاً جائز ہوگی۔ عادات اور عرف کی تبدیلی سے بھی احکام بدل جاتے ہیں۔ (دیکھئے الاحکام السلطانیہ للماوردی)

مثلاً فقہاء نے کیڑے مکوڑے کی بیع کو ممنوع قرار دیا تھا کہ یہ قابل انتفاع نہیں [illegible] آج کے دور میں شہد کی مکھیوں اور ریشم کے کیڑے قابل انتفاع ہو گئے ہیں [illegible]

ہیں۔ اس لئے ان کی خرید وفروخت جائز ہوگی۔

نئے وسائل کی وجہ سے بھی بعض مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً جنون کی تعریف میں قدیم فقہاء کی رائیں مختلف ہیں۔ لیکن آج ہم میڈیکل وسائل کے ذریعہ مجنوں کی تحقیق کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کرنا کیا جائز ہے یا اور اس طرح کے بہت سے مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ نئے مسائل کے حل کرنے میں شریعت کے مصالح ومقاصد کو پیش نظر رکھنا بے حد ضروری ہے۔ تبھی عادلانہ حل نکل سکتا ہے۔ نیز کوئی قیاس اگر شریعت کے اصل مقاصد کو نہ پورا کر رہا ہو تو فقہاء حنفیہ کے نزدیک اس قیاس کے مقابلے میں شریعت کی مصلحت کو ترجیح دی جائے گی۔

جناب پروفیسر اعجاز اسلم صاحب کی تذکیر:

مرکزی جماعت اسلامی ہند برائے سیاسی امور جناب پروفیسر اعجاز اسلم صاحب نے ۱۰ اردسمبر ۲۰۰۲ء کو ابوالعیث ہال میں طلباء اور اساتذہ سے خطاب کیا۔ علم اور خصوصاً علم دین کی فضیلت پر آپ نے روشنی ڈالی اور طلباء کو حصول علم کے ساتھ ساتھ عمل کرنے کی ترغیب دلائی کہ اس کے بغیر دعوت وہدایت کی تبلیغ واشاعت ممکن نہیں۔ شرعی علوم کے ساتھ ساتھ ''العلم'' کے حصول کی ترغیب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا ''علم ایک سمندر کی طرح ہے اسے محدود نہیں کرنا چاہئے''۔

اظہار تعزیت:

یہ اطلاع دیتے ہوئے ہمیں بے حد تکلیف ہو رہی ہے کہ محترمہ ذیشان صاحب فلاحی کی والدہ محترمہ اور مہتمم جامعہ جناب مولانا طاہر صاحب مدنی کی خالہ محترمہ کشور جہاں صاحبہ اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ ایک عرصہ سے کینسر کے مرض میں مبتلا تھیں۔ جامعہ سے متصل قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو شہادت کا درجہ عطا فرمائے اور ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔

ادارہ حیات نو پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور خدا سے دست بدعا ہے کہ وہ انہیں صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

اعلان عام:

یہ اطلاع دیتے ہوئے ہمیں بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ انجمن طالبات قدیم کے ترجمان ''دوشیزہ'' کا پہلا شمارہ اجلاس عام نمبر ہوگا جو ان شاء اللہ اسی ماہ محترمہ آسیہ فلاحی صاحبہ کی زیر ادارت منظر عام پر آئے گا۔